قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

سوموار 22 نومبر 2021ء | 16 ربیع الثانی 1443 ہجری قمری | 22 نبوت 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:277

ارشاد باری تعالیٰ

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ﴿۹﴾ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ﴿ۚ۱۰﴾

(النجم:9۔ 10)

ترجمہ: اور وہ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کے اس اضطراب کو دیکھ کر اور ان پر رحم کرکے خدا سے ملنے کے لئے) اس کے قریب ہوئے اور وہ (خدا) بھی (محمد رسول اللہ صلعم کی ملاقات کے شوق میں) اوپر سے نیچے آ گیا۔ اور وہ دونوں دو کمانوں کے متحدہ وتر کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ اور ہوتے ہوتے اس سے بھی زیادہ قرب کی صورت اختیار کر لی۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث قدسی ہے کہ لَوۡلَاكَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاكَ۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر مَیں تجھے پیدا نہ کرتا تو دنیا پیدا نہ کرتا۔ یہ زمین و آسمان پیدا نہ کرتا۔

(الموضوعات الکبریٰ لِمُلّا علی القاری صفحہ 194حدیث نمبر 754 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

گو مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ اس حدیث کی صحت پر اعتراض کرتا ہے لیکن ہمیں اس زمانہ کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق نے اس حدیث کی صحت کا علم دیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی مقام کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ آپؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں۔ آپؐ تا قیامت تمام زمانوں کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے یہ مقام بخشا ہے کہ آپ کی اتباع سے انسان اللہ تعالیٰ کی محبت پاتا ہے۔ آپؐ کو وہ مہر نبوت عطا ہوئی ہے جو تمام سابقہ انبیاء پر ثبت ہو کر ان انبیاء کے نبی ہونے کی تصدیق کرتی ہے۔ آپؐ کو وہ مقامِ خاتم النبیین ملا ہے جس کے اُمّتی کو بھی نبوت کا درجہ ملا اور آپؐ کا اُمّتی اور عاشق صادق ہونا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے مسیح و مہدی کو نبوت کا مقام دلا گیا۔ آپؐ کا قربِ خداوندی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یوں فرمایا ہے کہ دَنٰی فَتَدَلّٰی (النجم: 9)۔ یہ اللہ تعالیٰ سے قرب کی انتہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’(یہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر کی طرف ہو کر نوعِ انسان کی طرف جھکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اعلیٰ درجہ کا کمال ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور اس کمال میں آپؐ کے دو درجے بیان فرمائے ہیں۔ ایک صعود (یعنی بلندی کی طرف جانا)۔ دوسرا نزول۔ اللہ تعالیٰ کی طرف تو آپؐ کا صعود ہوا یعنی خدا تعالیٰ کی محبت اور صدق و وفا میں ایسے کھنچے گئے کہ خود اس ذاتِ اقدس کے دُنُوّ کا درجہ آپؐ کو عطا ہوا۔ دُنُوّ، اَقۡرَب سے زیادہ اَبۡلَغ ہے۔ اس لئے یہاں یہ لفظ اختیار کیا‘‘ (یعنی دُنُوّ، قرب کی نسبت زیادہ انتہائی اور وسیع معنیٰ دیتا ہے۔ قرب میں تو صرف قربت کا تصور پیدا ہوتا ہے لیکن بقیہ صفحہ 12 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمانِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

تبرکات کی حقیقت

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی قراد بیان کرتے ہیں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ ایک روز وضو کر رہے تھے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے صحابہ وضو والا پانی اپنے ہاتھوں اور چہروں پر ملنے لگے۔ یہ دیکھ کر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ایسا تم کس سبب سے کر رہے ہو؟ صحابہ کرام نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی محبت کی وجہ سے۔ اس پر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سے واقعی محبت کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ بھی تم سے محبت کرے تو اس کے لئے تمہیں یہ کرنا چاہئے کہ ہمیشہ سچ بولو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں کبھی خیانت نہ کرو اور اپنے پڑوسی سے ہمیشہ حسن سلوک کرو۔

(مشكاة المصابيح،کتاب الادبوباب الشفقة والرحمة علی الخلق الفصل الثالث ۴۹۹۰)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

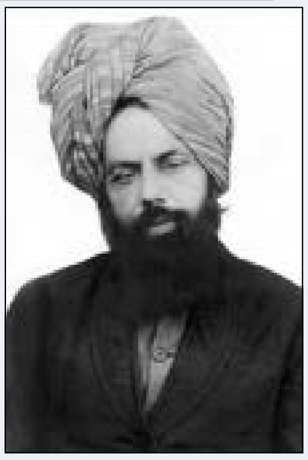

حیات کی تین اقسام

نباتی، حیوانی اور انسانی تین قسم کی جان مانی گئی ہے۔ بعض حکماء نباتات میں شعور اور حس کے بھی قائل ہیں؛ چنانچہ بہت سے اسی قسم کے درخت اور پودے پائے گئے ہیں جن پر مختلف امور اثر کرتے ہیں۔ مثلاً چھوئی موئی کا درخت۔ جب انسان اسے ہاتھ لگاتا ہے فوراً مرجھا جاتی ہے اور اسی قسم کے بہت سے درخت ایسے ہوتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک چیز میں خدا نے ایک برزخ رکھا ہوا ہے۔ نباتات اور حیوانات کے درمیان وہ نباتات جن میں حس وشعور ہے وہ برزخ ہیں جو بہت بڑا حصہ انسانی عقول کا رکھتے ہیں۔ اسی برزخ کے نہ سمجھنے سے بعض کو یہ دھوکا لگا ہے کہ انسان بندر سے ترقی کر کے انسان بنا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ تمام برزخ جو مخلوقات میں موجود ہیں وہ وحدت خلقی کی دلیل ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک دلیل ہیں اور افسوس ہے کہ ناواقف اور نااہل اس سے کوئی لطف نہیں اٹھا سکتے۔۔۔۔۔۔۔

ہاں جو یہ برزخ ہیں یہ وحدت خلقی کی دلیل ہیں۔ اسی طرح پر انسان اور خدا کے درمیان بھی ایک برزخ ہے۔ اور وہ تجلیات ہیں۔ چنانچہ اس مقام اور مرتبہ کی طرف خدا تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ﴿۹﴾ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ﴿ۚ۱۰﴾ (النجم) یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوّ مرتبہ کا بیان ہے کیونکہ یہ مرتبہ اس انسان کامل کو مل سکتا ہے جو عبودیت اور الوہیت کی دونوں قوسوں کے درمیان ہو کر ایسا شدید اور قوی تعلق پکڑتا ہے؛ گویا ان دونوں کا عین ہو جاتا ہے۔ اور اپنے نفس کو درمیان سے اٹھا کر ایک مصفا آئینہ کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ اور اس تعلق کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔ ایک جہت سے یعنی اوپر کی طرف سے وہ تمام انوار و فیوض الٰہیہ کو جذب کرتا ہے اور دوسری طرف سے وہ تمام فیوض بنی نوع کو حسب استعداد پہنچاتا ہے۔ پس ایک تعلق اس کا الوہیت سے اور دوسرا بنی نوع سے۔ جیسا کہ اس آیت میں صاف معلوم ہوتا ہے یعنی پھر نزدیک سے (یعنی اللہ تعالیٰ سے) پھر نیچے کی طرف اترا (یعنی مخلوق کی طرف اترا۔ یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا) پس وہ ان تعلقاتِ قرب کے مراتبِ تام کی وجہ سے دو قوسوں کے وتر کی طرح ہو گیا۔ بلکہ قوس الوہیت اور عبودیت کی طرف اس سے بھی زیادہ قریب ہو گیا۔ چونکہ دُنُوّ قرب سے ابلغ تر ہے۔ اس لئے خدا نے اس لفظ کو استعمال فرمایا اور یہی نقطہ جو برزخ بین اللہ و بین الخلق ہے، نفسی نقطہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے لیتے اور بنی نوع کو پہنچاتے ہیں اس لئے آپ کا نام قاسم بھی ہے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 335 تا 337 ایڈیشن 2016ء)

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں پُرمسرت تقریب

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے 06 نومبر 2021ء بروز ہفتہ کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے خصوصی طور پر اور احباب جماعت کے لئے عمومی طور پر ایک مبارک دن کے طور پر طلوع فرمایا اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی آل کے لئے اپنے رب کے حضور التجا ’’بابرگ و بار ہو ویں اک سے ہزار ہو ویں ۔ یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی‘‘ کو اللہ تعالیٰ نے اس روز ایک مرتبہ پھر شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے آپ کی نسل میں سے ایک بچہ اور بچی کو رشتہ ازدواج میں منسلک فرمایا ۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

نمازِ ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد ہمارے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد مبارک اسلام آباد، ٹلفورڈ یو کے میں اپنے نواسے اور محترم فاتح احمد ڈاہری صاحب وکیل تعمیل و تنفیذ بھارت و محترمہ صاحبزادی امۃ الوارث فرح صاحبہ کے فرزند مکرم منصور احمد ڈاہری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور محترم سید خالد احمد شاہ صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان و محترمہ سیدہ امتہ الباسط ماریہ صاحبہ کی صاحبزادی محترمہ سیدہ یمنیٰ خلود صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کے نکاح کا ساڑھے تین ہزار پاؤنڈ حق مہر پر اعلان کرتے ہوئے درج ذیل خطبہ نکاح ارشاد فرمایا۔تشہد و تعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

’’اس وقت میں چند نکاحوں کے اعلان کروں گا۔ پہلا نکاح عزیزہ سیدہ یمنیٰ خلود کا ہے جو سید خالد احمد صاحب ناظر اعلیٰ ربوہ کی بیٹی ہیں۔ یہ نکاح عزیزم منصور احمد ابن فاتح احمد ڈاہری صاحب وکیل تعمیل و تنفیذ اسلام آباد یو کے، کے ساتھ طے پایا ہے۔ دونوں گھر، لڑکا بھی اور لڑکی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے افراد میں شامل ہیں۔لڑکا میرا نواسہ بھی ہے۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ شادی بیاہ جو خوشی کے مواقع ہیں ان میں خدا تعالیٰ کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہونی چاہیئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو نکاح سے پہلے تلاوت کی جاتی ہیں بار بار تقویٰ کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس طرف توجہ دلا کر پھر فرمایا کہ اب آپس کے رشتوں کا بھی خیال رکھو۔سچائی پر قائم رہو۔ باہم ہر معاملہ میں گہرائی میں جا کر سچائی کو اختیار کرو۔ ایک دوسرے سے رشتہ نبھانے میں ایک دوسرے کے رحمی رشتوں کا خیال رکھو۔کیونکہ یہی چیز ہے جو اعتماد پیدا کرتی ہے اور یہی چیز ہے جو پھر آگے میاں اور بیوی کی احسن رنگ میں زندگی گزارنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ اولاد کی تربیت کس طرح کرنی ہے۔آئندہ جو اولاد ہونے والی ہے اس کے لئے دعا بھی کرو اور اس کی صحیح تربیت بھی کرو۔خود اپنے عمل کو بھی دیکھو کہ کہاں تک تم نیک عمل بجالانے والے ہو جو تمہاری آئندہ زندگی میں کام آنے والے ہوں۔

پس یہ بہت ساری ہدایات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمائی ہیں اور ہر شادی کے بندھن میں بندھنے والے کو ہمیشہ ان کو یاد رکھنا چاہئے۔شادی کرنا صرف خوشی کی بات ہی نہیں بلکہ بعض ذمہ داریاں بھی ہیں جن کو ادا کرنے کی طرف دونوں کی، لڑکے کی بھی اور لڑکی کی بھی توجہ ہونی چاہئے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ ان دونوں کا خاندان سے تعلق ہے تو ان کی اس لحاظ سے زیادہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے فرائض بھی نبھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے والے بھی ہوں اور اس کی مخلوق کے حق ادا کرنے والے بھی ہوں۔ اس کے ساتھ میں اب نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔‘‘

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فریقین سے ایجاب و قبول کروایا۔

اس بابرکت تقریب نکاح میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم طاہر محمود مبشر صاحب استاد جامعہ احمدیہ یو کے کی بیٹی عزیزہ بارعہ طاہر واقفہ نَو ہمراہ عزیزم محمد عمران بشارت صاحب فارغ التحصیل جامعہ احمدیہ جرمنی ابن مکرم انیس احمد صاحب۔ مکرم مظہر احمد چیمہ صاحب کارکن الفضل انٹرنیشنل لندن کی

بیٹی عزیزہ امتہ الوکیل ماہا چیمہ واقفۂ نو ہمراہ عزیزم راجہ ظہیر احمد وقفِ نو ابن مکرم راجہ رشید احمد صاحب ربوہ اور مکرم انیس احمد صاحب (پاکستان) کی بیٹی عزیزہ خولہ شانزے ہمراہ عزیزم جہانزیب احمد چٹھہ وقفِ نو ابن مکرم سعید احمد چٹھہ صاحب (کینیڈا) کے نکاحوں کا بھی اعلان فرمایا۔

مذکورہ بالا تمام نکاحوں کے فریقین کے مابین ایجاب و قبول کروانے کے بعد حضور انور نے فرمایا:

’’تقویٰ پر چلنے اور نیکیوں کے قائم کرنے کی یہ جو باتیں میں نے کہی ہیں، یہ جو بھی رشتے قائم ہونے والے ہیں ان سب کے لئے ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو توفیق بھی دے۔ دعا کر لیں کہ یہ تمام رشتے ہر لحاظ سے بابرکت ہوں۔‘‘

اس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان رشتوں کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی۔

تقریب رخصتانہ و دعوتِ ولیمہ

13 نومبر 2021ء بروز ہفتہ محترمہ سیدہ یمنیٰ خلود صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی تقریب رخصتانہ اور 14 نومبر 2021ء بروز اتوار کو اس شادی کی دعوت ولیمہ کی تقریبات اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے میں عمل میں آئیں۔ جن کے لئے اسلام آباد کی دونوں بڑی شاہراہوں (شاہراہ صدر اور شاہراہ محمود) پر لگے درختوں کو بجلی کے چھوٹے چھوٹے قمقموں کے ساتھ نہایت سادگی کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ ان تقریبات کی لئے ایوان مسرور میں مرد حضرات کے لئے جبکہ قصر خلافت کی مغربی جانب پارکنگ میں لگائی جانے والی مارکی میں مستورات کا انتظام کیا گیا تھا۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 13 نومبر 2021ء بروز ہفتہ کو مسجد مبارک میں شام پونے آٹھ بجے نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد تقریب رخصتانہ میں شمولیت کے لئے سوا آٹھ بجے ایوان مسرور تشریف لائے۔ دلہن کے والد محترم سید خالد احمد شاہ صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان، دولہا مکرم منصور احمد ڈاہری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، دولہے کے والد محترم فاتح احمد ڈاہری صاحب وکیل تعمیل و تنفیذ بھارت اور دیگر افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضور انور کے ہمراہ تھے۔

اس تقریب میں افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام، ایڈیشنل وکلاء یوکے، افسران صیغہ جات، مبلغین سلسلہ، واقفین زندگی، کارکنان جماعتی دفاتر اور یوکے کی جماعت کے بعض افراد نے شرکت کی سعادت پائی۔

حضور انور کے ارشاد پر تقریب کا آغاز ہوا۔ محترم فیروز عالم صاحب انچارج بنگلہ ڈیسک نے سورۃ الفرقان کی آیات نمبر 72 تا 77 کی نہایت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کی اور بعد میں ان آیات کا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ تلاوت کے بعد محترم رانا محمود الحسن مربی سلسلہ ایڈیشنل وکالت تبشیر یوکے نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام ’’محمود کی آمین‘‘ میں سے چند اشعار ترنم سے پیش کئے۔ اس کے بعد حضور انور نے دعا کروائی۔

دعا کے بعد مہمانان کرام کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔ عشائیہ کے بعد قریباً سوا نو بجے حضور انور تشریف لے گئے اور یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

اگلے روز مورخہ 14 نومبر 2021ء اسی ایوان مسرور اور قصر خلافت کی مغربی جانب پارکنگ میں لگائی جانے والی مارکی میں دعوت ولیمہ کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس تقریب کا آغاز بھی گزشتہ روز کی طرح نماز عشاء کے بعد ہوا۔ پونے نو بجے کے قریب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دعوت میں رونق افروز ہوئے اور دعا کروائی۔ دعا کے بعد مہمانان کرام کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔ اور ساڑھے نو بجے کے قریب حضور انور کے واپس تشریف لے جانے پر اس پُرمسرت تقریب کا اختتام ہوا۔

(رپورٹ: ظہیر احمد خان مربی سلسلہ، انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 19/ نومبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

☆… حضرت عمرؓ کی خشیتِ الٰہی کی یہ حالت تھی کہ فرماتے اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی مر گئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے سوال کرے گا۔

☆… عبداللہ بن شہزاد کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمرؓ کی ہچکیاں سنیں اور مَیں آخری صف میں تھا آپؓ یہ تلاوت کر رہے تھے کہ اِنَّمَآ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ یعنی مَیں اپنے رنج و الَم کی صرف اللہ کے حضور فریاد کرتا ہوں

☆… آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو یہ دعا سکھائی تھی کہ اے اللہ میرے ظاہر کو میرے باطن سے بہتر بنا اور میرے ظاہر کو اچھا کر

☆… آپؓ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ خشیتِ الٰہی کا یہ عالَم تھا کہ بوقتِ وفات آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ مَیں کسی انعام کا مستحق نہیں، مَیں صرف یہ جانتا ہوں کہ سزا سے بچ جاؤں

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 19/ نومبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

صحابہؓ کی پہلی حالت اور قبولِ اسلام کے بعد پیدا ہونے والے انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے واقعے کو بطور مثال بیان فرمایا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنی بہن اور بہنوئی سے قرآن کریم سنا تو رو پڑے اور دوڑے دوڑے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کی کہ گھر سے نکلا تو آپؐ کو مارنے کے لیے تھا لیکن خود شکار ہو گیا ہوں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہی صحابہ تھے جو پہلے شراب پیا کرتے، آپس میں لڑا کرتے لیکن جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا اور دین کے لیے ہمت اور کوشش سے کام لیا تو نہ صرف خود اعلیٰ درجے پر پہنچ گئے بلکہ دوسروں کو بھی اعلیٰ مقام پر پہنچانے کا باعث ہوگئے۔

حضرت عمرؓ کی خشیتِ الٰہی کی یہ حالت تھی کہ فرماتے اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی بکری بھی مر گئی تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے سوال کرے گا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے ابن خطاب! تُو ضرور اللہ سے ڈر ورنہ وہ ضرور تجھے عذاب دے گا۔ آپؓ کی انگوٹھی پر یہ الفاظ کندہ تھے کہ واعظ ہونے کے لحاظ سے موت کافی ہے۔ عبداللہ بن شہزاد کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمرؓ کی ہچکیاں سنیں اور مَیں آخری صف میں تھا آپؓ یہ تلاوت کر رہے تھے کہ اِنَّمَآ اَشۡکُوۡا بَثِّیۡ وَ حُزۡنِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ یعنی مَیں اپنے رنج و الَم کی صرف اللہ کے حضور فریاد کرتا ہوں۔ اس روایت کو بیان کرکے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ جو ذکرِ الٰہی میں گم رہتے ہیں ان کو خدا کے سوا کسی اور کا دربار ملتا ہی نہیں جہاں وہ اپنے غم اور دکھ روئیں اور اپنے سینوں کے بوجھ کو ہلکا کریں۔

پرانے خدمت کرنے والوں اور قربانی کرنے والوں کا آپؓ اتنا خیال رکھتے کہ ایک دفعہ کچھ قیمتی اوڑھنیاں آئیں تو آپؓ نے وہ تقسیم فرمائیں اور حضرت امِّ سلیط کو یہ کہتے ہوئے اس کا حق دار قرار دیا کہ احد کے دن امِّ سلیط ہمارے لیے مشکیں اٹھا اٹھا کر لاتی تھیں۔ ایک عورت نے اپنے خاوند کی وفات کے بعد پریشانیوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ خفاف بن ایما غفاری کی بیٹی ہے جو صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ یہ سن کر آپؓ ٹھہر گئے اور فرمایا کہ واہ واہ! بہت قریب کا تعلق ہے پھر ایک مضبوط اونٹ پر اناج کی بوریاں لادیں، سال بھر کے لیے مال اور کپڑے رکھے اور اونٹ کی نکیل اس عورت کے ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ یہ ختم نہیں ہوگا کہ اللہ تمہیں اور دے گا۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات گئے مختلف گھروں میں داخل ہوئے جہاں حضرت طلحہ نے آپؓ کو دیکھ لیا۔ اگلی صبح حضرت طلحہ ان گھروں میں سے ایک گھر میں گئے وہاں ایک بوڑھی نابینا عورت تھی جس نے حضرت طلحہ کے پوچھنے پر بتایا کہ رات جو شخص میرے گھر آیا وہ کافی عرصے سے میری خدمت کر رہا ہے اور میرے کام کاج کو ٹھیک کرتا ہے اور میری گندگی دور کرتا ہے۔

حضرت عمرؓ شام سے واپسی پر قافلے سے الگ ہو کر لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے نکلے۔ دُور دراز ایک خیمے میں ایک بوڑھی عورت سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ خدا عمر کو میری طرف سے جزائے خیر نہ دے جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے مجھے اس کی طرف سے کوئی عطیہ نہیں ملا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عمر کو تیرے حالات کی خبر کیسے ہوگی۔ اس عورت نے کہا سبحان اللہ! مَیں گمان نہیں کرتی کہ کوئی شخص لوگوں پر والی بن جائے اور اسے یہ خبر نہ ہو کہ اس کے مشرق و مغرب میں کیا ہے۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے کہ ہائے ہائے عمر! کتنے دعوے دار ہوں گے ہر ایک تجھ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والا ہے۔ پھر آپؓ نے اس عورت سے کہا کہ تُو اپنی مظلومیت کے حق کو کتنے میں بیچتی ہے کہ مَیں عمر کو جہنم سے بچانا چاہتا ہوں۔ اس عورت نے اول تو اسے مذاق جانا پھر پچیس دینار قبول کر لیے۔ اسی اثنا میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وہاں داخل ہوئے اور حضرت عمرؓ کو امیرالمومنین کہہ کر مخاطب کیا۔ یہ سن کر وہ عورت ڈر گئی، پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھ پر کوئی جرم نہیں۔ اس کے بعد آپؓ نے ایک تحریر لکھی کہ آج عمر نے فلاں عورت سے اس کا حق مظلومیت پچیس دینار میں خریدا ہے، اب اگر وہ محشر میں اللہ کے سامنے دعویٰ کرے تو عمر اس سے بری ہے۔ علی اور عبداللہ اس پر گواہ ہیں۔ آپؓ نے وہ تحریر حضرت علیؓ کو دی اور فرمایا کہ اگر مَیں تم سے پہلے گزر جاؤں تو یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا۔

حضرت عمرؓ نے ایک لڑکی سے اپنے بیٹے عاصم کا رشتہ صرف اس کی سچائی کو دیکھ کر کر دیا تھا۔ ایک شخص کو بازار میں راستے سے ہٹانے کے لیے اپنے کوڑے سے اشارہ کیا وہ کوڑا ہلکا سا اس کے لباس سے لگ گیا۔ ایک سال بعد اس شخص کو چھ سو درہم دیے اور فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے۔ آپؓ یہ بھی دیکھا کرتے کہ بازار میں اشیاء کی قیمتیں ایسی ہوں جن سے کسی بھی فریق کے شہری حقوق متاثر نہ ہوں۔ ایک شخص نے اپنی بیٹی کے متعلق بتایا کہ اس سے گذشتہ زندگی میں غلطی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد اس پر لگ گئی تھی۔ اس نے خودکشی کی بھی کوشش کی تھی لیکن اب وہ توبہ کر چکی ہے۔ کیا اس کی شادی کے لیے پیغامات لانے والوں کو اس سب کا بتایا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھا اور تُو اس کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر تُو نے ایسا کیا تو مَیں تجھے پورے شہر والوں کے سامنے عبرت کا نشان بناؤں گا۔

سترہ ہجری میں حضرت عمرؓ مدینے سے شام کے لیے روانہ ہوئے اور سرغ مقام پر پہنچے وہاں آپؓ کو علم ہوا کہ رملہ اور بیت المقدس کے راستے میں چھ میل کے فاصلے پر ایک وادی عمواس ہے، جہاں طاعون پھوٹ پڑی ہے۔ اس وبا نے پورے شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پچیس ہزار کے قریب اموات ہوئیں۔ حضرت عمرؓ اس دوران کس طرح لوگوں کی فکر کرتے رہے، اس کا بیان صحیح بخاری کی روایت میں ملتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش فرمایا کہ جہاں وبا پھوٹ پڑے وہاں مت جاؤ اور اگر اس جگہ پر ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے مت نکلو۔ اس وبا کے نتیجے میں حضرت ابوعبیدہؓ اور شام میں آپ کے جانشین حضرت معاذ بن جبلؓ فوت ہوگئے۔ حضرت معاذ نے اپنا قائم مقام حضرت عمرو بن عاصؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے لوگوں کو فرمایا کہ پہاڑوں میں چھپ کر اپنی جانیں بچاؤ۔ اس طریق سے وبا آہستہ آہستہ کم ہو کر ختم ہوگئی۔ جب یہ اطلاع حضرت عمرؓ کو ملی تو آپؓ نے اسے بہت پسند فرمایا۔

حضرت ابوعبیدہؓ کے علاوہ حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت یزید بن ابو سفیانؓ، حضرت حارث بن ہشامؓ، حضرت سہیل بن عمروؓ اور حضرت عتبہ بن سہیلؓ اور دیگر معززین بھی اس وبا سے فوت ہوئے۔

حضرت عمرؓ کی قبولیتِ دعا کے واقعات میں ذکر ملتا ہے کہ ایک دفعہ شدید قحط پڑا تو آپؓ نے نمازِ استسقا ادا کی اور خدا سے دعا کی تو فی الفور بارش ہوگئی۔ اسلام سے قبل مصر کے لوگوں میں رسم تھی کہ جب دریائے نیل خشک ہوتا تو وہ ایک کنواری لڑکی کو سجا سنوار کر دریا میں ڈال دیتے۔ اسلام کے بعد جب دریائے نیل خشک ہوا تو حضرت عمرؓ نے دعا کر کے ایک رقعہ بھجوایا جس پر درج تھا کہ اے دریائے نیل! اگر تجھے اللہ تعالیٰ چلا رہا ہے تو مَیں دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے چلائے۔ آپؓ کے حکم کے مطابق وہ رقعہ دریا میں ڈالا گیا تو دریا جاری ہوگیا۔ حضرت ساریہ اسلامی لشکر کے ساتھ مشکل میں گرفتار ہوئے تو حضرت عمرؓ کی زبان پر مدینے میں یہ الفاظ جاری ہوئے کہ ’’یا ساریۃ الجبل‘‘ یہ الفاظ حضرت ساریہ کو میدانِ جنگ میں سنائی دیے اور یوں مسلمان بڑی تباہی سے محفوظ رہے۔ ایک دفعہ قیصرِ روم کو شدید سر درد کی شکایت ہوگئی جو ہزار علاج سے بھی ٹھیک نہ ہوا۔ بالآخر حضرت عمرؓ کی پرانی، میلی ٹوپی بطور تبرک پہننے سے خدا نے شفا دی۔

حضرت عمرؓ دعا کیا کرتے کہ اے اللہ! مجھے نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے، مجھے آگ کے عذاب سے بچا۔ اے اللہ! میری عمر زیادہ اور قوت کم ہوگئی ہے اور میری رعیت پھیل گئی ہے تُو مجھے ضائع کیے بغیر وفات دے دے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو یہ دعا سکھائی تھی کہ اے اللہ میرے ظاہر کو میرے باطن سے بہتر بنا اور میرے ظاہر کو اچھا کر۔ آپؓ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ خشیتِ الٰہی کا یہ عالَم تھا کہ بوقتِ وفات آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ مَیں کسی انعام کا مستحق نہیں، مَیں صرف یہ جانتا ہوں کہ سزا سے بچ جاؤں۔

خطبے کے اختتام پر حضورِ انور نے فرمایا کہ ابھی تھوڑی سی باتیں ہیں جو آئندہ ان شاء اللہ بیان ہوجائیں گی۔

☆…☆…☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 29؍ اکتوبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر بن خطابؓ اہلِ جنت کے چراغ ہیں

ابوبکرؓ اور عمرؓ جنت کے اوّلین اور آخرین کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء اور مرسلین کے

یقیناً پہلی امتوں میں محدثین ہوتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میری اُمّت میں سے اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم المرتبت خلیفہ ٔ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

فرشتہ صفت، سادہ طبیعت، کم گو، غریب پرور، عجز و انکسار کے پیکر اور نہایت مہمان نواز محترم ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

جن لوگوں کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت

عطا فرمائی تھی ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں تھا اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھولو اور اس کو جنت کی بشارت دو۔ مَیں نے اس کے لیے دروازہ کھولا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ میں نے ان کو اس بات کی بشارت دی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا۔ پھر ایک اَور شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دروازہ کھولو اور اس کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ ہیں۔ میں نے ان کو وہ بات بتائی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی انہوں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا۔ پھر ایک اَور شخص آیا دروازہ اس نے کھولنے کے لیے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے دروازہ کھولو اور اس کو جنت کی بشارت دو باوجود ایک مصیبت کے جو اسے پہنچے گی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عثمانؓ ہیں۔ میں نے ان کو وہ بات بتائی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ انہوں نے بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا۔ پھر کہا مصیبت سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ ہی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث ۳۶۹۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ جنتی ہیں۔ عمرؓ جنتی ہیں۔ عثمانؓ جنتی ہیں۔ یہ دس آدمیوں کے متعلق آپؐ نے فرمایا تھا۔ علیؓ جنتی ہیں۔ طلحہؓ جنتی ہیں۔ زبیرؓ جنتی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنتی ہیں۔ سعد بن ابی وقاصؓ جنتی ہیں۔ سعید بن زیدؓ جنتی ہیں اور ابوعبیدہ بن جراحؓ جنتی ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب عبد الرحمان بن عوف حدیث نمبر ۳۷۴۷)

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: ایک بار ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ایک محل کے پاس وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمر بن خطابؓ کا۔ ان کی غیرت کا مجھے خیال آیا تو میں واپس چلا آیا۔ حضرت عمرؓ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ سن کر آپؓ روئے اور کہا یا رسول اللہؐ! کیا مَیں آپؐ سے غیرت کروں گا۔ (صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقٌ حدیث ۳۲۴۲) کیوں واپس آ گئے، برکت بخشتے!

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عِلّیّین والوں میں سے کوئی شخص جنت والوں پر جھانکے گا تو اس کے چہرے کی وجہ سے جنت جگمگا اٹھے گی گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی ان میں سے ہیں اور وہ دونوں کیا ہی خوب ہیں۔

(سنن ابوداؤد کتاب الحروف والقراءات حدیث ۳۹۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس جنت والوں میں سے ایک شخص آ رہا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اخبارہ عن اطلاع رجل من اھل الجنۃ فاطلع عمر حدیث ۳۶۹۴)

اسی طرح ایک روایت میں ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا کہ یہ ابوبکرؓ اور عمرؓ جنت کے اوّلین اور آخرین کے تمام بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب اقتدوا بالذین من بعدی حدیث ۳۶۶۴)

پھر حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر بن خطابؓ اہلِ جنت کے چراغ ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء از امام اصفہانی جلد ۶ صفحہ ۳۰۹ روایت ۸۹۵۰ مکتبہ الایمان المنصورہ ۲۰۰۷ء)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے بارے میں ایک اَور جو روایت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں مروی ہے، حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر بن خطاب ہوتے۔ (سنن الترمذی کتاب المناقب باب لو کان نبی بعدی لکان عمر۔۔۔ حدیث ۳۶۸۶) یعنی یہ فوری بعد نبوت کی بات ہے ورنہ تو آنے والے مسیح اور مہدی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ’نبی اللہ‘ کہہ کر فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال و صفتہ و ما معہ حدیث ۷۳۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرؓ کو محدث کہنا۔

اس بارے میں حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً پہلی امتوں میں محدثین ہوتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر بن خطاب ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب قد کان یکون فی الامم محدثون ۔۔۔حدیث:۳۶۹۳)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے جو امتیں تھیں ان میں ایسے لوگ تھے جو محدث ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں سے کوئی ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ محدث وہ ہیں جن کو کثرت سے الہام اور کشوف ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا: تم سے پہلے جو بنی اسرائیل سے ہوئے ہیں ان میں ایسے آدمی آچکے ہیں جن سے اللہ کلام کیا کرتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی ان میں سے کوئی ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث ۳۶۸۹)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’خدا تعالیٰ ہمیشہ استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔ جو ابراہیم کے دل کے موافق دل رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ابراہیم ہے اور جو عمر فاروقؓ کا دل رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عمر فاروق ہے۔ کیا تم یہ حدیث پڑھتے نہیں کہ

اگر اس امت میں بھی محدث ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

اب کیا اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ محدثیت حضرت عمرؓ پر ختم ہو گئی؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی روحانی حالت عمرؓ کی روحانی حالت کے موافق ہو گئی وہی ضرورت کے وقت پر محدث ہو گا۔‘‘ پھر آپؑ فرماتے ہیں ’’چنانچہ اس عاجز کو بھی ایک مرتبہ اس بارے میں الہام ہوا تھا فِیْكَ مَادَّۃٌ فَارُوْقِیَّۃٌ۔‘‘

(فتحِ اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 11 حاشیہ)

مکمل الہام اس طرح ہے کہ ’’اَنْتَ مُحَدَّثُ اللّٰہِ۔ فِیْكَ مَادَّۃٌ فَارُوْقِیَّۃٌ۔‘‘ یعنی ’’تُو محدث اللہ ہے تجھ میں مادۂ فاروقی ہے۔‘‘

(تذکرہ صفحہ 82 ایڈیشن چہارم)

جیسا کہ پہلے بھی مَیں گذشتہ کئی خطبات میں سے ایک خطبہ میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت عمرؓ نے

حفاظت اور تدوین قرآن کی تجویز

دی تھی۔ اس بارے میں یہاں پہ بھی ذکر کرتا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں جنگ یمامہ میں جب سَتّر حفاظِ قرآن شہید ہوئے تو اس بارے میں حضرت زید بن ثابتؓ انصاری روایت کرتے ہیں کہ جب یمامہ کے لوگ شہید کیے گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بلا بھیجا اور اس وقت ان کے پاس حضرت عمرؓ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا یمامہ کی جنگ میں لوگ بہت شہید ہو گئے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اَور لڑائیوں میں بھی قاری نہ مارے جائیں اور اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا سوائے اس کے کہ تم قرآن کو ایک جگہ جمع کر دو اور میری یہ رائے ہے کہ آپؓ قرآن کو ایک جگہ جمع کریں۔ یعنی حضرت عمرؓ نے کہا: میری یہ رائے ہے کہ یہ قرآن کو جمع کریں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے عمرؓ کو فرمایا کہ میں ایسی بات کیسے کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی۔ عمرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! آپؓ کا یہ کام اچھا ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ عمرؓ مجھے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور اب مَیں بھی وہی مناسب سمجھتا ہوں جو عمرؓ نے مناسب سمجھا یعنی اس کی تدوین ہو جانی چاہیے اور پھر زید بن ثابتؓ نے اس کی تدوین کا کام شروع کیا۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ لقد جاء کم رسول من انفسکم ... حدیث 4679)

اس کی تفصیل جیسا کہ مَیں نے کہا پہلے مَیں بیان کر چکا ہوں۔

حضرت عمرؓ کے قرآن کریم حفظ کرنے کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’ابوعبیدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہؓ میں سے مندرجہ ذیل کا حفظ ثابت ہے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، سعدؓ، ابن مسعودؓ، حُذَیفہؓ، سالمؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن سائبؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ۔‘‘

(دیباچہ تفسیر القرآن۔ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 429)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض وحییں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئیں ان کی وجہ حضرت عمرؓ کی موافقت ہے یا حضرت عمرؓ کی ان وحیوں سے موافقت ہے۔ صحاح ستہ کی روایت میں

حضرت عمرؓ کی موافقات کا ذکر

جن احادیث میں آیا ہے وہاں تین باتوں میں موافقت کا ذکر ملتا ہے تاہم اگر صرف صحاح ستہ کی ان روایات کو یکجائی صورت میں دیکھا جائے تو ان کی تعداد سات تک بنتی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا تین باتوں میں میری رائے میرے رب کے منشا کے مطابق ہوئی۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز گاہ بنا لیں۔ یہ میں نے کہا تو آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی نازل ہوئی۔ اور پردے کا حکم۔ میں نے کہا تو پردے کا حکم نازل ہوا۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیں کیونکہ ان سے بھلے بھی اور برے بھی باتیں کرتے ہیں تو پردے کی آیت نازل ہوئی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے بوجہ غیرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایکا کیا تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے انہیں کہا یعنی ان بیویوں کو جن میں ان کی بیٹی بھی تھیں کہ اگر تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں تو مجھے امید ہے کہ ان کا رب تم سے بہتر بیویاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلہ میں دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی عَسٰی رَبُّہٗٓ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗٓ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ۔ یعنی قریب ہے کہ اگر وہ تمہیں طلاق دے دے تو اس کا رب تمہارے بدلے اس کے لیے تم سے بہتر ازواج لے آئے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی القبلۃ ... حدیث نمبر:۴۰۲)

صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تین مواقع پر مَیں نے اپنے رب سے موافقت کی۔

مقام ابراہیم کے بارے میں اور پردے کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل عمر حدیث نمبر۶۲۰۶)

لیکن بدر کے قیدیوں کے بارے میں روایت درست نہیں ہے۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بڑی بحث کی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی بعض ثبوتوں سے لکھا ہے۔ پرانے علماء اور مفسرین نے بھی لکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ بدر کے قیدیوں کو سزا دینے والی روایت صحیح نہیں ہے اور اس کی جو تفصیل ہے مَیں پیچھے ایک خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔

صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ کا منافقین کا جنازہ نہ پڑھنے کے بارے میں وحی قرآنی سے موافقت کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرا تو اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سے درخواست کی کہ آپؐ اس کو اپنی قمیص عطا فرمائیں تا کہ وہ اس میں اپنے باپ کو کفنائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قمیص عطا فرمائی۔ پھر اس نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گئے تا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ اس پر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کو پکڑ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ کہ تُو ان کے لیے استغفار کر یا نہ کر۔ اگر تُو ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کرے گا تو فرمایا کہ مَیں ستر سے زیادہ دفعہ استغفار کر لوں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ منافق ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تب اللہ عزّوجلّ نے یہ آیت اتاری وَلَا تُصَلِّ عَلٰی أَحَدٍ مِنْھُمْ مَاتَ اَبَدًا۔ اور تُو ان میں سے یعنی منافقین میں سے کسی مرنے والے کی کبھی جنازے کی نماز نہ پڑھ اور کبھی ان کی قبر پر دعا کے لیے کھڑا نہ ہو۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل الصحابۃ باب من فضائل عمر حدیث نمبر:۶۲۰۷)

شراب کی حرمت کے بارے میں حضرت عمرؓ کی وحی قرآنی سے موافقت کا ذکر سنن ترمذی میں ملتا ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے اطمینان بخش حکم بیان فرما تو سورہ بقرہ کی آیت یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ نازل ہوئی۔ وہ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال

کرتے ہیں۔تُو کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لیے فوائد بھی اور دونوں کا گناہ کا پہلو اُن کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوچکی تو حضرت عمرؓ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی۔ یہ آیت سن کر عمرؓ نے پھر کہا اے اللہ! ہمارے لیے شراب کا واضح حکم بیان فرما تو سورۂ نساء کی آیت لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنۡتُمۡ سُکٰرٰی نازل ہوئی کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم پر مدہوشی کی کیفیت ہو یہاں تک کہ اس قابل ہو جاؤ کہ تمہیں علم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔عمرؓ پھر آئے اور انہیں یہ آیت پڑھ کر سنائی گئی۔ انہوں نے پھر کہا اے اللہ! ہمارے لیے شراب کا حکم صاف صاف بیان فرما دے تو سورۂ مائدہ کی آیت اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ وَیَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں ذکر الٰہی اور نماز سے باز رکھے تو کیا تم باز آجانے والے ہو۔عمرؓ پھر آئے اور یہ آیت پڑھ کر ان کو سنائی گئی تو انہوں نے کہا ہم باز رہے۔ ہم باز رہے۔

(سنن الترمذی کتاب تفسیر القرآن،باب ومن سورۃ المائدۃ،حدیث نمبر:۳۰۴۹)

صحاح ستہ میں مذکور ان موافقات کے علاوہ بھی سیرت نگاروں نے متعدد موافقات کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ

علامہ سیوطی نے بیس کے قریب موافقات کا ذکر کیا ہے۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۹۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ جانتے ہو کہ صحابہ میں کس قدر بڑا ہے یہاں تک کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا اور ان کے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان عمر کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ دوسری یہ حدیث ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔تیسری یہ حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اگر اس امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اول، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 219)

حضرت عمرؓ کا غزوات میں مشورہ دینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے قبول فرمانا،

اس بارے میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ یا حضرت ابوسعیدؓ جو روایت کرنے والے ہیں۔ اعمش کو شک ہے کہ ان میں سے کون تھا۔ بہرحال وہ کہتے ہیں ان سے روایت ہے کہ جب غزوۂ تبوک کے دن تھے تو لوگوں کو سخت بھوک لگی انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے پانی لانے والے اونٹ ذبح کر لیں اور ہم کھائیں اور چکنائی استعمال کریں۔ آپؐ نے فرمایا کر لو۔ کہتے ہیں اس پر حضرت عمرؓ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ ہاں لوگوں کو اپنا باقی ماندہ زادِ راہ لانے کا ارشاد فرمائیں۔ جو کچھ بھی کسی کے پاس کھانے کی چیز ہے وہ لے آئے۔ پھر ان کے لیے اس پر برکت کی دعا کریں۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت رکھ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چمڑے کا دستر خوان منگوایا اور اسے بچھا دیا اور پھر ان کے باقی ماندہ زادِ راہ زاد منگوائے۔ جو بھی کھانے کا سامان تھا وہ منگوایا۔ راوی کہتے ہیں کوئی مٹھی بھر مکئی لایا، کوئی مٹھی بھر کھجوریں، کوئی روٹی کا ٹکڑہ وغیرہ لے آیا یہاں تک کہ اس دستر خوان پر اس میں سے کچھ تھوڑا سا اکٹھا ہو گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا اپنے برتنوں میں لے لو۔ انہوں نے برتنوں میں اس کو لے لیا یہاں تک کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا مگر اس کو بھر لیا۔ پھر سب نے کھایا اور سیر ہو گئے اور کچھ بچ بھی گیا۔تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور جو شخص بغیر کسی شک کے ان دونوں شہادتوں کے ساتھ خدا اسے ملے گا وہ جنت سے روکا نہیں جائے گا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید... حدیث:۱۳۹)

بخاری میں یہ روایت اس طرح درج ہے۔ یزید بن ابو عُبَید نے حضرت سَلَمہ بن اَکْوَع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ایک سفر میں لوگوں کے زادِ راہ کم ہو گئے اور ان کے پاس کچھ نہ رہا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے اونٹ ذبح کرنے کے لیے اجازت مانگنے آئے۔ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ پھر حضرت عمرؓ اُن لوگوں سے ملے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا تو حضرت عمرؓ نے کہا اپنے اونٹوں کے بعد تم کیسے گزارہ کرو گے؟ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا یا رسول اللہؐ! وہ اپنے اونٹوں کے بعد کیسے گزارہ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں منادی کرو کہ سب اپنا بچا ہوا زادِ راہ لے آئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اس زادِ راہ کو برکت دی۔ پھر ان کے برتن منگوائے اور لوگوں نے بھر بھر کر لینا شروع کیا یہاں تک کہ جب وہ فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد والسیر باب حمل الزاد فی الغزو حدیث ۲۹۸۲)

اذان کی جو ابتدا ہوئی ہے اس بارے میں بھی حضرت عمرؓ نے خواب دیکھی تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ کی وحی صحابہؓ پر نازل ہوئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عبد اللہ بن زیدؓ ایک صحابی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کے ذریعہ سے اذان سکھائی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی وحی پر انحصار کرتے ہوئے مسلمانوں میں اذان کا رواج ڈالا تھا۔ بعد میں قرآنی وحی نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خدا تعالیٰ نے یہی اذان سکھائی تھی مگر بیس دن تک مَیں خاموش رہا اس خیال سے کہ ایک اَور شخص رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کر چکا ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ نے مجھے آ کر اذان سکھائی اور مَیں اس وقت پوری طرح سویا ہوا نہیں تھا‘‘ یہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ’’کچھ کچھ جاگ رہا تھا۔‘‘

(مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ۔ انوار العلوم جلد 23 ۔صفحہ 282)

سنن ترمذی کی روایت ہے جو مَیں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں لیکن یہاں بھی بیان کر دیتا ہوں۔ اس کے آخر میں جو الفاظ ہیں وہ بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت عمرؓ کے خواب کی کتنی اہمیت تھی۔ محمد بن عبد اللہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مَیں نے آپ کو خواب سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً یہ رؤیا سچی ہے۔تم بلال کے ساتھ جاؤ۔ یقیناً وہ تم میں سے اونچی اور لمبی آواز والے ہیں۔ ان کو بتاتے جاؤ جو تمہیں بتایا گیا ہے۔ پس وہ اس کی منادی کرے۔ آپؓ یعنی عبد اللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ نے نماز کے لیے حضرت بلالؓ کی اذان سنی تو حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور آپؓ یہ کہہ رہے تھے کہ اے رسول اللہؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یقیناً مَیں نے بھی وہی دیکھا ہے جیسا اس نے اذان میں کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے۔ پس یہ بات زیادہ پختہ ہے۔ (سنن الترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی بدء الاذان حدیث ۱۸۹) یعنی اب مزید تصدیق ہو گئی۔

حضرت عمرؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب اور احترام

کس طرح کیا کرتے تھے۔ کیا مقام تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ اس بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ یعنی حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے اور حضرت عمرؓ کے ایک اونٹ پر سوار تھے جو منہ زور تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، ان کی سواری سے آگے بڑھ جاتا تھا۔ اور ان کے والد حضرت عمرؓ انہیں کہتے تھے کہ عبد اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کسی کو بھی نہیں بڑھنا چاہیے۔ یہ تمہاری سواری جو ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ میرے پاس یہ فروخت کر دو۔حضرت عمرؓ نے کہا یہ تو آپؐ ہی کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا اور اس کے بعد فرمایا: عبد اللہ! یہ اب تمہارا ہی ہے اس سے تم جو چاہو کام لو۔ (صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب من اھدی لہ ھدیۃ حدیث ۲۶۱۰) لے کے پھر تحفہ دے دیا۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل گیا تو تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی اور منبر پر کھڑے ہوئے اور موعودہ گھڑی کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں بڑے بڑے واقعات ہوں گے۔ پھر فرمایا: جو شخص کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھ لے۔ تم جو کچھ بھی مجھ سے پوچھو گے مَیں تمہیں بتاؤں گا جب تک کہ مَیں اپنے اس مقام میں ہوں تو لوگ بہت روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ فرمایا کہ مجھ سے پوچھو۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حُذَافہ سَہْمِی اٹھے اور کہا میرا باپ کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا حُذَافہ۔ پھر آپؐ نے بہت دفعہ فرمایا کہ مجھ سے پوچھو۔ اس پر حضرت عمرؓ اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور کہا۔ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا کہ ہم راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین اور محمدؐ ہمارے نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ پھر فرمایا جنت اور آگ ابھی اس دیوار کی چوڑائی میں میرے سامنے پیش کی گئی تھیں تو مَیں نے ایسا خیر و شر کبھی بھی نہیں دیکھا۔

(صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب وقت الظهر عند الزوال۔ حدیث ۵۴۰)

بخاری کی ہی ایک اَور روایت میں اس طرح بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض ایسی باتوں کے متعلق پوچھا گیا جن کو آپؐ نے ناپسند کیا۔ جب آپ سے بہت سوال کیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور آپؐ نے لوگوں سے کہا: پوچھو مجھ سے جس کے متعلق بھی چاہو۔ تب ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے۔ اس کے بعد ایک اَور اٹھا اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ! میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہارا باپ شَیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے اس تغیر کو دیکھا جو آپؐ کے چہرے پر تھا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اللہ عزوجل کے حضور اپنی غلطی سے رجوع کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب الغضب فی الموضعة ... حدیث ۹۲)

پھر بخاری کی ہی ایک دوسری روایت بھی ہے۔ یہ زہری سے روایت ہے۔ اس میں آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو حضرت عبداللہ بن حُذافہؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپؐ نے بہت دفعہ فرمایا: پوچھو مجھ سے۔ مگر حضرت عمرؓ نے دو زانو ہو کر عرض کیا اور انہوں نے کہا ہم راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں۔ اس پر آپؐ خاموش ہو گئے۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب من برك علی رکبتیه عند الامام او المحدث حدیث ۹۳)

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے تو حضرت عمرؓ نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر اور اپنی بیعت کے حقیقی بیعت ہونے پر راضی ہیں۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر و صوم یوم عرفة...... حدیث ۲۷۴۷)

صحیح بخاری میں ایک اَور روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالا خانے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں مَیں آپؐ کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ آپ کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا نہیں۔ اس لیے چٹائی نے آپ کے پہلو پر نشان ڈالے ہوئے ہیں۔ ایک چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو اللہ کی قَسم! تین کچی کھالوں کے سوا وہاں کوئی چیز نہیں تھی جو مجھے نظر آئی ہو۔ مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپؐ کی امت کو کشائش دے کیونکہ فارس اور روم کو بہت دولت دی گئی ہے اور انہیں دنیا ملی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپؐ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تک تم شک میں ہو۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو جلدی سے اس دنیا کی زندگی میں ہی ان کے مزے کی جو چیزیں تھیں دی گئی ہیں۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔

(صحیح البخاری کتاب المظالم باب الغرفة والعلیة المشرفة و غیر المشرفة...... حدیث ۲۴۶۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے گھر میں گئے اور دیکھا کہ گھر میں کچھ اسباب نہیں اور آپؐ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چٹائی کے نشان پیٹھ پر لگے ہیں۔ تب عمر کو یہ حال دیکھ کر رونا آیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے عمر! تُو کیوں روتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ آپ کی تکالیف کو دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ قیصر اور کسریٰ جو کافر ہیں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ ان تکالیف میں بسر کرتے ہیں۔ تب آنجناب نے فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے کیا کام! میری مثال اس سوار کی ہے کہ جو شدتِ گرمی کے وقت ایک اونٹنی پر جا رہا ہے اور جب دوپہر کی شدت نے اس کو سخت تکلیف دی تو وہ اسی سواری کی حالت میں دم لینے کے لئے ایک درخت کے سایہ کے نیچے ٹھہر گیا اور پھر چند منٹ کے بعد اسی گرمی میں اپنی راہ لی۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 299-300)

ایک واقعہ ملتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو دعا کے لیے کہا تھا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی اور فرمایا

لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ مِنْ دُعَائِكَ،

اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعامیں نہ بھولنا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر مجھے اس کے بدلے میں ساری دنیا بھی مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہو۔ ایک اَور روایت میں یہ الفاظ اس طرح آتے ہیں کہ اَشْرِكْنَا يَا أُخَيَّ فِيْ دُعَائِكَ کہ اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعامیں شامل رکھنا۔

(سنن ابوداؤد کتاب الوتر باب الدعاء حدیث ۱۴۹۸)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس حد تک عاشقانہ تعلق تھا

اس کا پتہ اس واقعہ سے ملتا ہے۔ پہلے بھی ایک خطبہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو یہ خبر سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے بخدا میرے دل میں یہی بات آئی تھی اور انہوں نے کہا اللہ آپؐ کو ضرور ضرور اٹھائے گا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اٹھائے گا تا بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ بہرحال پھر جب حضرت ابوبکرؓ آئے تو انہوں نے سورۂ آل عمران کی آیت 145 پڑھی اور حضرت عمرؓ کو حقیقت کو سمجھنے کا کہا اور پھر معاملہ ختم ہوا۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا حدیث ۳۶۶۷-۳۶۶۸)

اس بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ’’آنحضرت کی وفات پر صحابہؓ کا اجماع بھی اسی مسئلہ پر ہوا ہے کہ کُل انبیاء وفات پا گئے ہیں اور اس کی یہ وجہ ہوئی کہ آپؐ کی وفات پر حضرت عمرؓ کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ آپؐ ابھی زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لائیں گے اور آپؓ کو اپنے اس اعتقاد پر اس قدر یقین تھا کہ آپؓ اس شخص کی گردن اڑانے کو تیار تھے جو اس کے خلاف کہے لیکن حضرت صدیقؓ جب تشریف لائے اور آپ نے کُل صحابہؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ تو حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاؤں کانپ گئے اور مَیں صدمہ کے مارے زمین پر گر گیا اور صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں یوں معلوم ہوا کہ جیسے یہ آیت آج ہی اتری ہے اور ہم اس دن اس آیت کو بازاروں میں پڑھتے پھرتے تھے۔ پس اگر کوئی نبی زندہ موجود ہوتا تو یہ استدلال درست نہیں تھا کہ جب سب نبی فوت ہو گئے تو آپؐ کیوں فوت نہ ہوتے۔ حضرت عمرؓ کہہ سکتے تھے کہ آپؓ کیوں دھوکا دیتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ ابھی زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ وہ زندہ ہیں تو کیوں ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں رہ سکتے؟ مگر سب صحابہؓ کا سکوت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سب صحابہ کا یہی مذہب تھا کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے ہیں۔‘‘

(تحفة الملوک انوار العلوم جلد 2 صفحہ 128)

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بیان فرمایا ہے وہ تفصیل مَیں پہلے ایک خطبہ میں

بیان کر چکا ہوں۔

حضرت عمرؓ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے

اس بارے میں حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِاسود کی طرف منہ کیا۔ پھر اپنے ہونٹ اس پر رکھ دیے اور دیر تک روتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر بن خطابؓ کو بھی روتے پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! یہ وہ جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب المناسك باب استلام الحجر حدیث ۲۹۴۵)

عابس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ حجرِاسود کے پاس آئے اور اس کو چوما اور کہا میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہی ہے نہ نقصان دے سکتا ہے نہ نفع۔ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

(صحیح البخاری کتاب الحج باب ما ذکر فی الحجر الاسود حدیث ۱۵۹۷)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ طواف کر رہے تھے کہ آپؓ حجرِاسود کے پاس سے گزرے اور آپؓ نے اس سے اپنی سوٹی ٹھکرا کر کہا کہ میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے اور تجھ میں کچھ بھی طاقت نہیں مگر میں خدا کے حکم کے ماتحت تجھے چومتا ہوں۔ یہی جذبۂ توحید تھا جس نے ان کو دنیا میں سر بلند کیا۔ وہ خدائے واحد کی توحید کے کامل عاشق تھے۔ وہ یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے کہ اس کی طاقتوں میں کسی اَور کو شریک کیا جائے۔‘‘ یعنی خدا تعالیٰ کی طاقتوں میں۔ ’’بے شک وہ حجرِاسود کا ادب بھی کرتے تھے مگر اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے کہا ہے اس کا ادب کرو، نہ اس لیے کہ حجرِاسود کے اندر کوئی خاص بات ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر خدا تعالیٰ ہمیں کسی حقیر سے حقیر چیز کو چومنے کا حکم دے دے تو ہم اس کو چومنے کے لیے بھی تیار ہیں کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کے بندے ہیں کسی پتھر یا مکان کے بندے نہیں۔ پس وہ ادب بھی کرتے تھے اور توحید کو بھی نظر انداز نہیں ہونے دیتے تھے اور یہی ایک سچے مومن کا مقام ہے۔ ایک سچا مومن بیت اللہ کو ویسا ہی پتھروں کا ایک مکان سمجھتا ہے جیسے دنیا میں اور ہزاروں مکان پتھروں کے بنے ہوئے ہیں۔ ایک سچا مومن حجرِاسود کو ویسا ہی پتھر سمجھتا ہے جیسے دنیا میں اور کروڑوں پتھر موجود ہیں مگر وہ بیت اللہ کا ادب بھی کرتا ہے۔ وہ حجرِاسود کو چومتا بھی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرے رب نے ان چیزوں کے ادب کرنے کا مجھے حکم دیا ہے مگر باوجود اس کے وہ اس مکان کا ادب کرتا ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ حجرِاسود کو چومتا ہے پھر بھی وہ اس یقین پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم ہوتا ہے کہ میں خدائے واحد کا بندہ ہوں کسی پتھر کا بندہ نہیں۔ یہی حقیقت تھی جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار فرمایا۔ آپؓ نے حجرِاسود کو سوٹی ماری اور کہا میں تیری کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ تُو ویسا ہی پتھر ہے جیسے اور کروڑوں پتھر دنیا میں نظر آتے ہیں مگر میرے رب نے کہا ہے کہ تیرا ادب کیا جائے اس لیے میں ادب کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور اس پتھر کو بوسہ دیا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 130)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جبکہ آپؐ طائف سے واپس آنے کے بعد جِعْرانہ میں تھے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک روز اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ آپؐ کا کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جاؤ اور ایک دن کا اعتکاف کرو۔ بہرحال

جو جائز نذر ہے وہ کسی بھی زمانے میں ہو اسے پورا کرنا چاہیے

یہ سبق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ پھر راوی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خُمس میں سے ایک لڑکی دی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قیدی آزاد کیے اور حضرت عمرؓ نے ان کی آوازیں سنیں اور وہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قیدی آزاد کر دیے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اے عبداللہ! تم اس لڑکی کے پاس جاؤ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور اسے آزاد کر دو۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب نذر الکافر وما یفعل فیہ اذا اسلم۔ حدیث ۴۲۹۴)

حضرت حُذَیفہؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دار کہا جاتا تھا۔ غزوۂ تبوک کے دوران کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت حُذَیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے نیچے اترے تو اُس وقت آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بیٹھی ہوئی تھی تو وہ کھڑی ہوگئی اور اس نے اپنی مہار کو کھینچنا شروع کر دیا۔ مَیں نے اس کی مہار پکڑ لی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر بٹھا دیا۔ پھر مَیں اس اونٹنی کے پاس بیٹھا رہا یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور مَیں اس اونٹنی کو آپ کے پاس لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ تو مَیں نے جواب دیا کہ حُذَیفہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں تمہیں ایک راز سے آگاہ کرنے والا ہوں اور تم اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ مجھے فلاں فلاں شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک جماعت کا نام لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب کوئی شخص فوت ہو جاتا جس شخص کے متعلق حضرت عمرؓ یہ سمجھتے تھے کہ وہ منافقین کی اس جماعت سے تعلق رکھتا ہے تو آپؓ حضرت حُذَیفہؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے ساتھ لے جاتے۔ اگر تو حضرت حُذَیفہؓ آپؓ کے ساتھ چل پڑتے تو حضرت عمرؓ بھی اس شخص کا نماز جنازہ ادا کر لیتے اور اگر حضرت حُذَیفہؓ اپنا ہاتھ حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے چھڑوا لیتے تو حضرت عمرؓ بھی اس کی نماز جنازہ ترک کر دیتے۔

(السیرۃ الحلبیہ (مترجم) جلد 3 نصف اوّل صفحہ 440-441 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2009ء)

حضرت عمرؓ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو ظاہراً پورا کرنے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ’’حضرت عمرؓ جو صدق اخلاص سے بھر گئے تھے انہوں نے یہ مزہ پایا کہ ان کے بعد خلیفہ ثانی ہوئے۔ غرض اس طرح پر ہر ایک صحابی نے پوری عزت پائی۔ قیصر و کسریٰ کے اموال اور شاہزادیاں ان کے ہاتھ آئیں۔ لکھا ہے ایک صحابی کسریٰ کے دربار میں گیا۔ ملازمان کسریٰ نے سونے چاندی کی کرسیاں بچھوادیں اور اپنی شان و شوکت دکھائی۔ اس نے کہا کہ ہم اس مال کے ساتھ فریفتہ نہیں ہوئے۔ ہم کو تو وعدہ دیا گیا ہے کہ کسریٰ کے کڑے بھی ہمارے ہاتھ آجائیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کڑے ایک صحابی کو پہنا دیے تا کہ وہ پیشگوئی پوری ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 46)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ’’سونا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں لیکن

حضرت عمرؓ نے کسریٰ کے کڑے ایک صحابی کو پہنائے

اور جب اس نے ان کے پہننے سے انکار کیا تو اس کو آپؓ نے ڈانٹا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تیرے ہاتھوں میں مجھے کسریٰ کے کڑے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح ایک موقعہ پر کسریٰ کا تاج اور اس کا ریشمی لباس جب غنیمت کے اموال میں آیا تو حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو اس لباس اور اس تاج کے پہننے کا حکم دیا اور جب اس نے پہن لیا تو آپ رو پڑے اور فرمایا: چند دن ہوئے کسریٰ اس لباس کو پہن کر اور اس تاج کو سر پر رکھ کر ملک ایران پر جابرانہ حکومت کرتا تھا اور آج وہ جنگلوں میں بھاگا پھر رہا ہے۔ دنیا کا یہ حال ہوتا ہے۔ اور یہ حضرت عمرؓ کا فعل ظاہر بین انسان کو شاید درست معلوم نہ ہو کیونکہ ریشم اور سونا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں لیکن ایک نیک بات سمجھانے اور نصیحت کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو چند منٹ کے لئے سونا اور ریشم پہنا دیا۔ غرض اصل شئے تقویٰ اللہ ہے احکام سب تقویٰ اللہ کے پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اگر تقویٰ اللہ کے حصول کے لئے کوئی شئے جو بظاہر عبادت معلوم ہوتی ہے چھوڑنی پڑے تو وہی کار ثواب ہوگا۔‘‘

(ایک صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب۔ انوار العلوم جلد 3 صفحہ 28)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا ڈول سے جو چرخی پر رکھا ہوا تھا پانی کھینچ کر نکال رہا ہوں۔ اتنے میں ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول کھینچ کر اس طور سے نکالے کہ ان کو کھینچنے میں کمزوری تھی اور اللہ ان کی کمزوری پر پردہ پوشی کرے گا اور ان سے درگزر فرمائے گا۔ پھر عمر بن خطابؓ آئے اور وہ ڈول بڑے ڈول میں بدل گیا تو میں نے کوئی شہ زور نہیں دیکھا جو ایسا حیرت انگیز کام کرتا ہو جیسا عمرؓ نے کیا۔ اتنا پانی نکالا کہ لوگ سیر ہو

گئے اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر جا بیٹھے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب مناقب عمر بن الخطاب ... حدیث ۳۶۸۲)

حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے۔ ایک بار میں سویا ہوا تھا کہ اس اثنا میں میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا اور مَیں نے اتنا پیا کہ مَیں نے اس کی طراوت کو اپنے ناخنوں سے پھوٹتے ہوئے دیکھا۔

پھر مَیں نے اپنا بچا ہوا دودھ حضرت عمر بن خطابؓ کو دیا۔

صحابہ نے پوچھا یارسول اللہؐ! آپؐ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب فضل العلم حدیث:۸۲)

حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ’’فضل العلم سے اس جگہ مراد علم کی فضیلت نہیں بلکہ علم کا بچا ہوا حصہ۔ فضیلت علم کے متعلق الگ باب باندھا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا اور اس کی تعبیر سے نیز ان واقعات سے جن سے کہ اس رؤیا کی تصدیق ہوئی یہ استدلال کرنا مقصود ہے کہ دنیاوی فتوحات اور عظمت جو مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے نصیب ہوئی وہ علم نبوی کا ایک بچا ہوا حصہ تھا جو حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ آپ کی اس جامع حیثیت کے مجمع البحرین (دنیوی اور اخروی بہبودی کے علوم کا جامع) کہا گیا ہے ...... امام بخاریؒ نے سیاست کو العلم میں شمار کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل راستی لائے جو انسان کے حسنات الدارین پر حاوی ہے جیسا کہ مسیحؑ نے آپؐ کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ ’جب وہ روح حق آئے گی تو کامل سچائی لائے گی‘۔ (یوحنا باب 16 آیت 12-13) حضرت عمرؓ کے واقعات کا مطالعہ کرنے سے اس بچے ہوئے دودھ کی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے پیا۔‘‘

(صحیح البخاری ترجمہ وتشریح از سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جلد1 صفحہ 156-157)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے خواب کی حالت میں دودھ کا پیالہ ملنے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد علم ہے۔‘‘

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 467)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: مَیں سویا ہوا تھا مَیں نے لوگوں کو دیکھا کہ میرے سامنے پیش کیے گئے ہیں اور انہوں نے قمیصیں پہنی ہوئی ہیں تو ان میں سے بعض کی قمیصیں چھاتیوں تک پہنچتی ہیں اور ان میں سے بعض اس کے نیچے تک اور عمرؓ بھی میرے سامنے پیش کیے گئے انہوں نے قمیص پہنی ہوئی تھی جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ نے کہا آپؐ نے اس سے کیا مراد لی تو آپؐ نے فرمایا: دین۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب مناقب عمر بن خطاب . . . حدیث ۳۶۹۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر مختلف صحابہ کی خصوصیات بیان فرماتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ

میری امت میں سے اللہ کے دین میں سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب السنۃ باب خباب حدیث ۱۵۴)

حضرت مالک بن مِغْوَل سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے کیونکہ یہ زیادہ آسان ہے۔ یا فرمایا تمہارے حساب کے لیے زیادہ آسان ہے اور اپنے نفس کو تولو قبل اس کے کہ تمہیں تولا جائے اور سب سے بڑھ کر بڑی پیشی کے لیے تیاری کرو۔ یَوۡمَئِذٍ تُعۡرَضُوۡنَ لَا تَخۡفٰی مِنۡکُمۡ خَافِیَۃٌ یعنی اس دن تم پیش کیے جاؤ گے کوئی مخفی رہنے والی تم سے مخفی نہیں رہے گی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۰۳ء)

حضرت حسنؓ کبھی حضرت عمرؓ کا ذکر کرتے تو فرماتے۔ اللہ کی قسم! اگرچہ وہ پہلے اسلام لانے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں میں سب سے زیادہ افضل تھے لیکن وہ دنیا سے بے رغبتی میں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے معاملے میں سختی میں لوگوں پر غالب تھے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الفضائل جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۰ حدیث ۳۲۵۴۶ مکتبۃ الرشد ناشرون الریاض ۲۰۰۴ء)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضرت عمر بن خطابؓ اسلام لانے میں ہم سے مقدم نہ تھے لیکن مَیں نے جان لیا کہ آپ کس چیز میں ہم سے افضل تھے۔

آپؓ ہمارے مقابلے میں سب سے زیادہ زاہد اور دنیا سے بے رغبت تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الفضائل جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۱ حدیث ۳۲۵۴۸ مکتبۃ الرشد ناشرون الریاض ۲۰۰۴ء)

ہِشام بن عُروۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ شام تشریف لائے تو آپؓ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی وہ ایک موٹی اور سُنْبُلَانِی قمیص تھی۔ سُنْبُلَانِی ایسی قمیص جو اتنی لمبی ہو کہ زمین کے ساتھ لگ رہی ہو اور اس طرح کی قمیص روم کی طرف بھی منسوب کی جاتی ہے۔ بہرحال آپؓ نے اس قمیص کو اَذْرِعَات یا اَیْلَہ والوں کی طرف بھیجا۔ اَیلہ شام کی طرف ایک شہر ہے اور شام کے ساتھ بحیرہ قلزم کے ساحل پر واقع ایک شہر ہے۔ بہرحال راوی کہتے ہیں کہ پس اس نے اس قمیص کو دھویا اور اس میں پیوند لگا دیا اور حضرت عمرؓ کے لیے قُبْطری قمیص بھی تیار کر دی۔ قُبْطری کَتَّان سے بنا ہوا سفید باریک کپڑا ہوتا ہے۔ پھر ان دونوں قمیصوں کو لے کر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور آپؓ کے سامنے قُبْطری قمیص پیش کی۔ حضرت عمرؓ نے اس قمیص کو پکڑا اور اس کو چھوا اور فرمایا: یہ زیادہ نرم ہے اور اس کو اسی آدمی کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: مجھے میری قمیص دے دو کیونکہ وہ قمیصوں میں سے پسینہ کو زیادہ چوسنے والی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب البعوث والسرایا جلد ۱۱ صفحہ ۵۸۱-۵۸۰ حدیث ۳۴۴۲۷ مکتبۃ الرشد ناشرون الریاض ۲۰۰۴ء) (تاج العروس زیر مادہ سنبل) پھٹی ہوئی جو تم نے مرمت کی ہے وہی بہتر ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو اس وقت دیکھا جب آپؓ امیر المومنین تھے کہ آپؓ کے کندھوں کے درمیان قمیص میں تین چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کے کندھوں کے درمیان قمیص میں چار چمڑے کے پیوند دیکھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۴۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

بہرحال حضرت عمرؓ کا یہ ذکر ابھی چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

اس وقت میں ایک مرحوم کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں اور جنازہ بھی انشاء اللہ جمعہ کی نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔ یہ ذکر ہے

ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب

کا جو فضل عمر ہسپتال میں ڈاکٹر تھے۔ گذشتہ دنوں ستّر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ان کو مختلف عوارض تو تھیں لیکن بہرحال ایک دم ان کی طبیعت خراب ہوئی اور اس کے بعد پھر بگڑ گئی اور ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

ڈاکٹر صاحب کے خاندان میں احمدیت ان کے والد کے کزن سید فخر الاسلام صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے آئی تھی لیکن ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب کے والد غلام مجتبیٰ صاحب نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں 1938ء میں بیعت کی اور احمدی ہوئے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے نصرت جہاں سکیم کے تحت وقف کی تحریک فرمائی تو ڈاکٹر تاثیر کے والد ڈاکٹر غلام مجتبیٰ صاحب کراچی میں سول سرجن کے طور پر کام کر رہے تھے تو اس تحریک پر انہوں نے وہاں سے پنشن لی اور وقف کر کے 1970ء میں افریقہ چلے گئے اور 1999ء تک وہاں گھانا میں، نائیجیریا میں، سیرالیون میں خدمات سرانجام دیں۔ ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ صاحب نے بھی اپنی پڑھائی مکمل کرنے کے بعد میڈیسن کی۔ کچھ دیر دو سال کے قریب فوج میں کام کیا۔ پھر سول ہسپتال کراچی میں کام کیا۔ پھر جناح ہسپتال کراچی میں کچھ عرصہ کام کیا اور 1982ء میں انہوں نے تین سال کے لیے وقف کیا تو ان کو گھانا بھجوا دیا گیا۔ وہاں ایک ٹیچی مان ہسپتال ہے یہ وہاں رہے۔ یہ پھر اَوسے کورے (Asokore) ہسپتال میں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ یہ ہسپتال ان کے والد نے ہی شروع کیا تھا۔ انہوں نے اپنے والد کے ساتھ تین سال کام کیا اور ان سے ہی سرجری بھی سیکھی، وہ بڑے اچھے سرجن تھے۔

گھانا میں ڈاکٹر تاثیر صاحب کو تقریباً تئیس سال خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے بعد سترہ سال فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ اس طرح کل تقریباً چالیس سال کا عرصہ ان کو خدمت کی توفیق ملی۔

ان کی شادی سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ کی بیٹی امۃ الرؤوف سے ہوئی۔ صاحبزادی امۃ الحکیم حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔ ان کی بیٹی میری بہو بھی ہے۔

ان کی اہلیہ امۃ الرؤوف کہتی ہیں کہ جب مَیں بیماری کے دنوں میں ان سے ملنے گئی ہوں تو انہوں نے کہا کہ حضور کو سلام کہنا۔ مجھے سلام بھجوایا اور کہتی ہیں اس دفعہ ایسا رنگ تھا کہ مجھے لگا جیسے کوئی الوداعی سلام کہہ رہے ہیں۔ پھر لکھتی ہیں کہ گھانا میں ایک دفعہ بہت سخت بیمار ہو گئے۔ بڑی تکلیف میں رات گزری اور بڑی خطرناک حالت تھی۔ فجر کے وقت کہنے لگے کسی نے سلام کیا ہے دیکھو کون ہے؟ میں نے کہا دروازہ بند ہے کوئی اندر نہیں آ سکتا۔ ایک گھنٹے کے بعد پھر مجھے انہوں نے کہا کہ مجھے سلام کی آواز آئی ہے۔ کسی نے سلام کیا ہے۔ اور اس کے بعد پھر اللہ کے فضل سے ان کی طبیعت بہتر ہونا شروع ہوئی اور ٹھیک ہو گئے۔ اس کے بعد کہتی ہیں میں نے ان کے لیے دعا بھی کی تو اس طرح گھانا میں مجھے یہی بتایا گیا کہ ان کی عمر لمبی ہو گی۔ کہتی ہیں کہ بہت عاجز، بےنفس اور بے ضرر انسان تھے۔ کبھی کسی کی برائی اور غیبت یا شکایت نہیں کی۔ اگر کوئی کر بھی رہا ہوتا تو بالکل خاموش رہتے۔

ڈاکٹر صاحب کے بھائی لکھتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ مریضوں کو چھٹی کے بعد بھی چیک کر رہے ہوتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ باقی ڈاکٹر کیونکہ کم دیکھتے ہیں اور مریض ہسپتال میں آتے ہیں تو بجائے اس کے کہ یہ مریض اسی طرح بغیر علاج کے واپس چلے جائیں تو اس لیے میں دیکھ لیتا ہوں اور باقی ڈاکٹروں کا بوجھ بھی اپنے اوپر لے لیتا ہوں۔ بہت شریف النفس اور کم گو شخصیت کے مالک تھے۔ سیکیورٹی کا عملہ اور ہسپتال کے کارکنان نے بتایا کہ ہمیشہ مسکرا کر حال پوچھا کرتے اور گزرتے۔ عموماً مریضوں سے خاص طور پر احمدیوں سے ان کا بہت زیادہ حسن سلوک ہوتا تھا اور اگر کوئی ہسپتال کے وقت کے علاوہ پاس آ جاتا تو عموماً فیس لیے بغیر ہی معائنہ کیا کرتے تھے۔ جامعہ احمدیہ ربوہ کے پرنسپل مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ بعض موقعوں پر ان کے ساتھ بیٹھنے کی توفیق ملی اور بہت کم گو انسان تھے۔ بڑی نرمی سے اور شگفتگی سے اور محبت سے اور عجز و انکسار سے بات کرتے تھے اور کہتے ہیں ایسی عاجزی اور انکساری اور سادگی مَیں نے کسی میں نہیں دیکھی۔ کہتے ہیں ہسپتال میں بھی لوگوں سے، غریب لوگوں سے بھی مَیں نے سنا ہے اور ایسے ایسے واقعات سنے ہیں کہ رشک آتا تھا اور خوشی بھی ہوتی تھی کہ ہسپتال میں ایسے ڈاکٹر موجود ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب مریضوں کو دیکھ لیتے تھے بلکہ بعض دفعہ ہسپتال کا وقت ختم ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ اپنے کمرے سے باہر نکل رہے تھے تو پھر کوئی مریض آ گیا تو کہتے ہیں اس کو واپس اپنے کمرے میں اس طرح لے کے آتے تھے جیسے اسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ غریب پروری بہت زیادہ تھی۔

جب میں 2004ء میں افریقہ کے دورے پہ گیا ہوں تو اطہر زبیر صاحب یہاں جرمنی کے چیئرمین ہیومینٹی فرسٹ ہیں وہ کہتے ہیں کہ گھانا میں بھی اور باقی جگہوں پر بھی ڈاکٹر صاحب میرے ساتھ دورے پہ رہے ہیں۔ بینن بھی گئے تھے۔ اطہر زبیر صاحب کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی ایک عورت پہ نظر پڑی جو کچھ بے چین سی نظر آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ اس سے پوچھو کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں تو خلیفۃ المسیح کو ملنے آئی ہوں۔ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے خرچ کر دیا ہے۔ واپسی کے پیسے میرے پاس نہیں ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے کہا اچھا! اس کو تیس ہزار فرانک سیفا دے دو۔ کہتے ہیں اس وقت اس زمانے میں یہ تقریباً ایک مہینے کی ایک عام آدمی کی تنخواہ کے برابر رقم تھی جو ڈاکٹر صاحب نے فوراً ادا کر دی۔

حنیف محمود صاحب بھی لکھتے ہیں کہ انتہائی میانہ روی اور انکساری نظر آتی تھی۔ واقفین کے ساتھ بہت پیار اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی اہلیہ بیمار ہوئیں تو ان کا علاج کیا بلکہ کہتے ہیں کہ ہم ویسے مشورے کے لیے گئے تھے دکھانے تو گئے نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ پرچی؟ ہم نے کہا پرچی نہیں بنی تو فوری طور پہ اپنے مددگار کو بلایا اور اپنی جیب سے سو روپیہ نکال کے اس کو دیا کہ جاکے ان کی پرچی بنوا کے لے آؤ اور ہمارے کہنے کے باوجود بھی پیسے نہیں لیے۔ لکھتے ہیں کہ معصوم چہرے کے ساتھ انسان کے روپ میں ایک چلتا پھرتا فرشتہ تھے۔ خاموش طبع وجود تھے اور مسجد مبارک میں بھی نماز پڑھنے آتے تو بڑی خاموشی کے ساتھ آتے اور لمبی نمازیں ادا کرتے۔

ڈاکٹر مظفر چودھری صاحب جو یوروالوجسٹ ہیں یہاں یوکے میں رہتے ہیں۔ یہ بھی وہاں وقف عارضی پہ جاتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں خاموش طبع، نہایت شفیق، ہمدرد انسان تھے۔ نئی چیزیں سیکھنے کا بہت شوق تھا تاکہ لوگوں کی مدد کر سکیں اور کہتے ہیں جب بھی میں وقف عارضی پہ گیا تو آپ کے دفتر میں بیٹھتا تھا اور آپ اپنی کرسی پہ مجھے بٹھاتے تھے اور باوجود میرے زور دینے پر کہ آپ اپنی جگہ بیٹھیں آپ دوسری جگہ جاکے بیٹھ جاتے تھے۔

وکیل المال اول تحریک جدید ربوہ لقمان صاحب کہتے ہیں کہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ مالی قربانی کا خاص شغف رکھتے تھے۔ کہتے ہیں جب سے پاکستان میں آئے ہیں تحریک جدید کا چندہ ہر سال اول وقت میں اعلان ہونے کے فوراً بعد خود آ کر دفتر مال اول میں جمع کروا دیتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ڈاکٹری ان کا پیشہ تھا لیکن ہمیشہ انسانیت کی خدمت ان کا مطمح نظر معلوم ہوتا تھا۔ اگر ضرورت پڑے تو یہ نہیں ہے کہ ایلوپیتھک کے علاوہ کوئی دوسرا علاج قابل قبول نہیں ہے ہومیوپیتھک علاج بھی کر دیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر نعیم صاحب جو آج کل اوسوکورے (Asokore) ہسپتال کے انچارج ہیں، وہ کہتے ہیں کہ بطور انچارج مشنری ڈاکٹر اوسوکورے (Asokore) میں اکیس سال خدمات بجالاتے رہے اور کہتے ہیں آج ان کی وفات کی خبر سن کے بہت سارے لوگ اس قصبے کے بھی اور اس علاقے کے بھی آئے اور ان کا تعلق ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تھا۔ سارے بہت رنجیدہ تھے اور خاص طور پر تعزیت کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب بہت سادہ طبیعت، کم گو اور اپنے کام میں مگن رہنے والے غریب پرور اور نہایت مہمان نواز شخصیت کے حامل تھے۔ اسی طرح ان کو دنیاوی علم کے ساتھ ساتھ جماعتی کتب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کا بھی گہرا لگاؤ تھا۔ پھر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے احمدیہ ہسپتال اوسوکورے (Asokore) میں بلاشبہ سرجری کے میدان میں بہت بہترین خدمات انجام دیں جس کا پھل آج بھی ہم ان مریضوں کی صورت میں دیکھتے ہیں جو مغربی افریقہ کے مختلف ممالک سے اس ہسپتال میں علاج اور شفا کی غرض سے آتے ہیں اور اپنی سادہ افریقن زبان میں مجتبیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ تاثیر مجتبیٰ ان کا نام تھا تو ڈاکٹر مجتبیٰ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ ان کے والد بھی یہاں کچھ سال رہے ہیں۔ اسی نام سے پھر یہ نام آگے بھی چلتا رہا۔ انہوں نے ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں ایک خوبصورت مسجد بھی بنوائی۔

بہرحال ڈاکٹر صاحب ایک بےنفس اور خدمتِ خلق کرنے والے انسان تھے اور اپنے پیشے کو انہوں نے اسی کام کے لیے استعمال کیا۔ ان کے والد صاحب میں اور ان میں مَیں نے یہ خصوصیت خود بھی دیکھی ہے کہ غریب مریضوں کو علاج کے علاوہ مفت دوائی کے ساتھ خوراک کے لیے بھی رقم دے دیتے تھے بلکہ انڈے اور دودھ منگوا کے رکھتے تھے جو مریضوں کو دیتے تھے کہ تمہاری کمزوری دور کرنے کے لیے ضروری ہے۔ دوائیاں بھی مفت دیتے تھے۔ ساتھ خوراک بھی مفت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ استعمال کرو تاکہ تمہاری صحت ٹھیک ہو۔

ڈاکٹر غلام مجتبیٰ صاحب نے بھی گھانا میں بڑی خدمت کی ہے لیکن ڈاکٹر تاثیر مجتبیٰ نے اس کام کو اَور بھی آگے بڑھایا اور میں خود بھی کئی گھانینوں سے، ان لوگوں سے واقف ہوں جو ان کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ بہرحال انہوں نے حقیقی وقف کی رو سے خدمات سرانجام دیں اور واقفین زندگی کے لیے جب بھی وہ جاتے تو خاص طور پر ان کو دیکھتے، ان کا علاج کرتے اور اپنے گھر مہمان بھی ٹھہراتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ جب دورے پر گئے ہیں تو انہوں نے بھی ان کے ہاں قیام فرمایا تھا اور مہمان نوازی ان کی ایک خاص خصوصیت تھی۔

حنیف صاحب نے لکھا ہے کہ ایک فرشتہ تھے۔ یقیناً ایک چلتا پھرتا فرشتہ تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ درجات بلند کرے۔ مہمان نوازی کے ضمن میں مَیں یہ بھی کہہ دوں کہ مہمان نوازی بھی مرد اسی وقت کر سکتا ہے جب گھر کی عورت بھی کر رہی ہو تو ان کی بیوی بھی، اہلیہ بھی بہت مہمان نواز ہیں، خدمت کرنے والی تھیں۔ ان کی عمر اور صحت کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں برکت ڈالے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے اور وہ بھی اپنی ماں کی خدمت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل 19نومبر 2021ء)

ایڈیٹر کے نام خطوط

- مکرمہ امتہ القیوم انجم ۔کیلگری کینیڈا سے تحریر کرتی ہیں

اللہ تعالیٰ الفضل کی تمام ٹیم کو بہترین جزا دے جو محنت، کوشش اور خلوص سے ہر روز ہمارے لئے اس آن لائن جریدے کی صورت میں روحانی مائدہ تیار کرتے ہیں۔آمین ۔

30 اکتوبر کے شمارے میں ’’ربوہ، ربوہ ای اے‘‘ کے نام سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے بابرکت الفاظ کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے جس خوبصورتی کے ساتھ ربوہ کی تاریخ، وہاں کے گلی کوچوں کا پس منظر اور خلیفۂ وقت کی اہالیانِ ربوہ سے توقعات کا ذکر کیا ہے اس نے یادوں کی لَو کو بھڑکا دیا ہے کیونکہ یہی تو وہ بستی ہے جس میں پلنے والے اور یہاں کے روحانی ماحول سے فائدہ اٹھانے والے دنیا کے خواہ کسی بھی خطے میں چلے جائیں یہاں کی یادوں کو ہمیشہ اس طرح بیان کرتے ہیں گویا کہہ رہے ہوں:

؎ اے کاش! کہ جلد لوٹ آئیں وہ دن وہ نظارے ربوہ میں

میرے والدمحترم لطیف احمد شاہد کاہلوں کا اَسّی 80ء کی دہائی میں جبکہ وہ مغربی افریقہ (روکو پُر سیرالیون) میں بطور مبلغ سلسلہ مقیم تھے الفضل میں ایک مضمون ’’ربوہ کا خاموش مطالعہ‘‘ کے نام سے چھپا تھا جس میں لکھا تھا کہ ربوہ وہ شہر ہے جس میں ایک دوسرے کو سلام کہنے کا اتنا رواج ہے کہ اگر ایک شخص اپنے پاس سے گزرنے والے کو ہلکے الفاظ میں کچھ بھی کہہ دے تو سننے والا اس یقین سے کہ سلام ہی کیا ہو گا وعلیکم السلام کہہ دیتا ہے۔

خلافت کے عظیم سایہ میں پروان چڑھنے والی یہ بستی جس کی فضا خلفاء کرام کے خطبہ جات اور تقاریر کی گونج سے معطر ہوئی۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اس شہر میں بسیرا کرنا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ کا مسکن، واقفین زندگی کی رونق، اس کی مٹی میں نابغۂ روزگار اور مایۂ ناز ہستیوں کی تدفین، اسکے محلے اسکی آبادیاں اور اس کے در و دیوار سب ہی انمٹ نقوش کی طرح دل کے گوشہ میں محفوظ ہیں۔

یہ عظیم بستی تو یاد دلاتی ہے پہلے مسیحی دور کا بھی کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ ایک ربوہ میں پناہ لی تھی جبکہ آج مثیلِ مسیح اور امام الزماں علیہ السلام کے فرزندِ دلبروگرامی ارجمند نے بھی اپنی والدہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربوہ کی سرزمین کو دارالامان بنایا۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں یہی کہوں گی۔

؎ ربوہ رہے کعبہ کی بڑائی کا دعاگو

کعبہ کی پہنچتی رہیں ربوہ کو دعائیں

- مکرم وسیم احمد ظفر۔مبلغ سلسلہ برازیل سے لکھتے ہیں

یہ اخبار کی انڈیکس تیار کرنے کا بہت زبردست کام کیا ہے اس سے متعلقہ مضمون تک رسائی کافی آسان ہوگئی ہے۔خلیفۂ وقت کی دعاؤں اور راہنمائی کیساتھ ساتھ آپکی سوچ، محنت، لگن اور دعا کے نتیجہ میں ماشاءاللہ الفضل آن لائن اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن بدن مزید بہتر اور دلچسپ ہوتا جارہا ہے اللہ تعالیٰ آپکو مزید ہمت اور توفیق دے۔آمین

- مکرمہ مدیحہ مصور۔کینیڈا سے تحریر کرتی ہیں

الحمد للہ ہم روزانہ الفضل لجنہ گروپ میں شئیر کر رہے ہیں۔مکرم ظہیر احمد طاہر آف جرمنی کے ایک خط نے ہمارے بچپن کی پیاری یادیں تازہ کر دیں۔بچپن سے ہی ہم نے الفضل اپنے گھر میں والدین کو پڑھتے دیکھا۔اگرچہ ہمیں اتنا شعور نہیں تھا لیکن امی اور ابو ہم سے کچھ نہ کچھ ضرور شئیر کرتے اور پڑھنے کو بھی دیتے۔امی جی الفضل اپنے پرس میں رکھ کر اسکول بھی لے جاتیں اور تفریح کے دوران پڑھتیں۔الفضل میرے ابو جی مکرم چوہدری محمد انور کاہلوں ایڈووکیٹ مرحوم کے عدالتی ایڈریس پر آتا تھا اور جب بھی عدالت سے آتے تو دو تین الفضل ہاتھ میں ہوتے۔عدالت میں اللہ کے فضل سے بہت بہادری سے تبلیغ کرتے۔آپ نے گھر کے فرنٹ پر کلمہ بھی لکھوایا ہوا تھا۔خلافت سے محبت آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی جو بھی تصویر الفضل میں آتی اس کو فریم کروالیتے۔ایک تصویر ہمیشہ ڈرائینگ روم میں ہوتی جو کہ تبلیغ کا ذریعہ بنتی تھی۔آپ نے تشحیذ الاذہان بھی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے لگوایا ہوا تھا۔آپ کا تعلق گوجرہ کے ایک گاؤں ڈھیرو سے تھا لیکن لاہور سے وکالت کرنے کے بعد آپ حاصل پور منتقل ہو گئے اور مئی 1995ء میں جبکہ ہم بہن بھائی چھوٹے ہی تھے وفات پا گئے۔آپ کی وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے بتایا کہ ہم نے چوہدری صاحب سے قرض لیا ہوا تھا اور اب ہم جلد واپس کریں گے۔بستر مرگ پر بھی آپ نماز کا پوچھتے اور پڑھنا شروع کر دیتے۔اوائل عمری سے ہی عبادت سے خاص شغف تھا۔مخلوقِ خدا کی خدمت آپ کا شعار تھی۔آپ کے اخلاق ایسے اعلیٰ تھے کہ اپنے اور غیر سب ہی آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔میری ایک غیر احمدی پھپھو جو کہ ابو جی کی کزن اور ہم عمر ہیں، مجھ سے ایک دن کہنے لگیں کہ میں اکثر تنہائی میں سوچتی ہوں کہ میرے تایا تائی میں کیا ایسی خوبی تھی کہ اللہ نے انہیں ’انور‘ عطا کیا۔یقیناً یہ اسلام احمدیت اور اسکی انقلابی تعلیم پر عمل کرنے کی برکت تھی۔

- مکرمہ امتہ الباری ناصر۔امریکہ سے تحریر کرتی ہیں:

جزاک اللہ۔اس میں کیا شک ہے کہ الفضل روز بہ روز خوب سے خوب تر ہو رہا ہے۔

- مکرمہ صادقہ منورہ۔ سسکاٹون، کینیڈا سے تحریر کرتی ہیں

’’ربوہ، ربوہ ای اے‘‘ کے بابرکت الفاظ جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ربوہ سے دلی محبت اور انسیت کو ظاہر کرتے ہیں، پر آپ کا تفصیلی اور معلوماتی مضمون بے حد پسند آیا۔ اس مضمون کے ذریعے آپ نے ربوہ میں گزرے خوبصورت لمحات یاد کروا دیئے۔ ربوہ کے تمام اہم مقامات کی سیر آپ نے کیا کروائی گویا ربوہ کی پرانی تاریخ کی یاد دہانی کروادی۔ الحمد للہ

میں ربوہ کی رہائشی تو نہیں ہوں لیکن جیسے پوری دنیا میں بسنے والے احمدیوں کو ربوہ سے مرکز احمدیت ہونے کی وجہ سے خاص دلی وابستگی ہے اس طرح سے مجھے بھی ہے۔ جب میں پاکستان میں تھی تو بار بار ربوہ جانے کا موقع ملا۔ شروع شروع میں تو اپنے چچا مکرم منیر احمد بسمل کے گھر رہتے تھے۔ پھر جب میرے والد نذیر احمد خادم صاحب (مرحوم) ربوہ منتقل ہو گئے تو پھر خاکسار اپنے بچوں کے ساتھ جب بھی ربوہ جاتی تو ابا جان کی طرف ٹھہرتی۔ میرے ابا جان مجھے اور میرے بچوں کو خوب ربوہ کی سیر کرواتے۔ روزانہ صبح دعا کے لئے بہشتی مقبرے جانا تو ہمارا معمول تھا۔ بڑا روحانی ماحول ہوتا تھا ربوہ کا۔ اللہ کرے کہ ربوہ کی وہ روحانی صبحیں، خوبصورت شامیں اور رونقیں پھر سے واپس آئیں جو ہر احمدی کی روح کی غذا تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین

- مکرمہ بشریٰ نذیر آفتاب۔ کینیڈا سے تحریر کرتی ہیں:

آج مورخہ 11 نومبر کا روزنامہ الفضل پڑھا ہے اور آپ کا اداریہ ’’الفضل بطور تربیت گاہ‘‘ میرے سیل فون کے اسٹیٹس کی زینت بن رہا ہے۔ الفضل واقعی اللہ کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں شائع مضامین پڑھنے کے ساتھ ساتھ مضامین میں شامل خوبصورت باتوں پر عمل کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین۔ الفضل میں یہ اعلان پڑھ کر کہ پیارے آقا نے از راہ شفقت و محبت ’’اسلامی اصطلاحات کا برمحل استعمال‘‘ پر شائع مضامین کو کتابی شکل دینے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ خاکسار کی شدید خواہش ہے کہ اس کا حصہ بنوں دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحظ و ہر آن آپ کے ساتھ ہو اور مقبول خدمت دین کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

- مکرمہ عائشہ چوہدری۔ جرمنی سے تحریر کرتی ہیں:

آج 12 نومبر کے الفضل میں ’’جمال و حسن یار کی باتیں‘‘ ایک بہت اچھا مضمون ہے مضمون نگار نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے حسن کو احادیث کی روشنی میں بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ اور اس جملے ’’خدا تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تو کیوں محبوب خدا جمیل نہ ہوتا اور اس میں جمال حسن یار نہ ہوتا‘‘ کے ساتھ صحیح انصاف کیا ہے۔ ماشاء اللہ۔

- مکرمہ لبنیٰ بشارت۔ جرمنی سے تحریر کرتی ہیں:

الفضل میرا بھی موقر اخبار ہے۔ بچپن سے پڑھنے کی عادت ہے آن لائن پڑھنے کا ایک الگ مزہ ہے۔ ہر روز ایک موضوع پر مختلف پیرائے میں لکھے گئے بہترین مضامین تربیت اور اصلاح کے ساتھ ساتھ ذہنی ترو تازگی کا باعث بنتے ہیں۔ خاص طور پر اداریہ با کمال ہوتا ہے۔ آج دعاؤں سے اپنے اردگرد رحمت کی دیوار بنانے کے متعلق پڑھ کر علم اور ایمان دونوں میں اضافہ ہوا۔ جزاک اللہ

- مکرمہ رضیہ بیگم۔ امریکہ سے تحریر کرتی ہیں:

روزنامہ الفضل کے آرٹیکل اصل تبرک کا فلسفہ، مضمون بہت معلوماتی تھا۔ تبرک کا صحیح مفہوم سمجھ میں آیا کہ اصل چیز تو وہ تعلیمات اور حسن عمل ہے جو قرآن مجید، احادیث، تشریحات حضرت مسیح موعود اور خلفائے عظام پر عمل کرنے کے نتیجہ میں ہمیں حاصل ہوسکتی ہیں۔

- مکرم نصیر احمد شاہد مبلغ سلسلہ۔ فرانس تحریر کرتے ہیں:

الفضل باقاعدہ پڑھنے کی توفیق ملتی ہے۔ رب زدنی علما کا عملاً ذریعہ بنتی ہے۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور اس کے طلباء کا مسکن فضل عمر ہوسٹل کی چند انمٹ یادوں کے حوالہ سے مکرم چوہدری نصیر احمد آف کینیڈا کے مضمون ’’یادوں کے دریچوں پر حاضری‘‘ پر مشتمل بے تکلف، سادہ، سلیس، ازخود رفتگی سے بھرپور اور خوبصورت تحریر پڑھنے کو ملی۔ خاکسار مضمون نگار کا مشکور ہے۔ بہت لطف آیا۔ گو خاکسار کو ربوہ کے اسکول و کالج میں تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ہاں جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران تومیائے گئے اسکول وکالج کی روز بروز گرتی خستہ حالی کو ضرور دیکھا ہے۔

خاکسار مدیر صاحب کے توسط سے تعلیم الاسلام اسکول و کالج کے اولڈ سٹوڈنٹس سے اپیل کرتا ہے کہ مکرم چوہدری نصیر احمد کی طرح الفضل میں لکھتے رہیں۔ تا کہ آج کے نوجوان احمدیوں کو ان عظیم الشان تعلیمی اداروں کے سنہری دور کا علم ہوسکے۔ فجزاکم اللہ خیراً۔

- مکرم رحمان احمد رحیم تحریر کرتے ہیں:

الحمد للہ! الفضل آن لائن کے اجراء سے مدتوں کے روحانی پیاسوں کی تسکین کے سامان ہو گئے۔ ایک عرصہ ہوا ہے کہ اخبار میسر نہیں تھا۔ مجھے یاد ہے 2009ء میں ایک شہر میں جو شہر کی سب سے دور جماعت تھی وہاں روزنامہ الفضل نہیں پہنچتا تھا۔ ہمارے سیکرٹری مال ہفتہ وار تقریباً 45 کلومیٹر کا سفر طے کر کے ہفتہ بھر کے اخبار لے آتے اور پھر ہم دونوں مل کر سب کا مطالعہ کرتے اور بعض مضامین شیئر کرتے اور الحمد للہ! آج بھی ان میں سے مضامین خاکسار کے پاس جمع ہیں۔ یہ ایک روحانی پیاس تھی جو احباب جماعت میں الفضل کے لئے موجود ہے۔ ایک مضامین کا گلدستہ ہوتا ہے جس سے روحانی ترقی ہوتی ہے اور جب سے آن لائن اخبار آنا شروع ہوا ہے جب تک اس کا حرف حرف مطالعہ نہ کرلوں بے چینی ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس کے سامان ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو اس کی جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو اس روحانی مائدے سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے، آمین۔

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت ...... از صفحہ 1

بقیہ ...... از صفحہ 1

دُنُوّ میں اتنا قرب ہے، یعنی کہ ایک ہو جانا۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ (جب اللہ تعالیٰ کے فیوضات اور برکات سے آپؐ نے حصہ لیا تو پھر بنی نوع پر رحمت کے لئے نزول فرمایا۔ یہ وہی رحمت تھی جس کا اشارہ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء: 108) میں فرمایا ہے (کہ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ بنا کر)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم قاسم کا بھی یہی سِرّ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور پھر مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ پس مخلوق کو پہنچانے کے واسطے آپؐ کا نزول ہوا۔ اس دَنٰی فَتَدَلّٰی میں اسی صعود اور نزول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عُلوّ مرتبہ کی دلیل ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 356)

پس آپؐ کے نزول سے جو نئے زمین و آسمان پیدا ہوئے، جس میں آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی درجہ کا قرب پا کر انسانوں کی نجات اور خدا تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کا مقام بھی حاصل کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ کا مقام عطا فرمایا۔ آپؐ سے محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ افلاک بھی خدا تعالیٰ کے آپ سے خاص پیار کے نتیجہ میں آپؐ کے لئے پیدا کئے گئے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ کی عُلوِّ شان کے لئے ہم اس حدیثِ قدسی کو صحیح تسلیم نہ کریں۔ پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر آنحضرت ﷺ کے اس مقام کو پہچانا ہے۔ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''لَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاکَ میں کیا مشکل ہے؟ قرآنِ مجید میں ہے خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (البقرۃ: 30)، زمین میں جو کچھ ہے وہ عام آدمیوں کی خاطر ہے۔ تو کیا خاص انسانوں میں سے ایسے نہیں ہو سکتے کہ ان کے لئے افلاک بھی ہوں؟...'' (اگر زمین میں سب کچھ عام انسانوں کے لئے ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص آدمیوں کے لئے افلاک کی پیدائش بھی کر سکتا ہے)۔ فرمایا کہ ''... دراصل آدم کو جو خلیفہ بنایا گیا تو اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ وہ اس مخلوقات سے اپنے منشاء کا خدا تعالیٰ کی رضامندی کے موافق کام لے۔ اور جن پر اس کا تصرف نہیں وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے انسان کے کام میں لگے ہوئے ہیں، سورج، چاند، ستارے وغیرہ''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 213)

(خطبہ جمعہ 28 جنوری 2011ء بحوالہ خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 39-40)

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ اَصۡلِحۡ لِیۡ دِیۡنِیَ الَّذِیۡ ھُوَ عِصۡمَۃُ اَمۡرِیۡ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ دُنۡیَایَ الَّتِیۡ فِیۡھَا مَعَاشِیۡ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ اٰخِرَتِیَ الَّتِیۡ فِیۡھَا مَعَادِیۡ وَاجۡعَلِ الۡحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِّیۡ فِیۡ کُلِّ خَیۡرٍ وَّاجۡعَلِ الۡمَوۡتَ رَاحَۃً لِّیۡ مِنۡ کُلِّ شَرٍّ

(صحیح مسلم کِتَابُ الذِّکۡرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوۡبَۃِ وَالۡاِسۡتِغۡفَارِ بَابُ فِی الۡاَدۡعِیَۃِ حدیث: 6903)

ترجمہ: اے اللہ! میرے دین کو درست کر دے، جو میرے (دین و دنیا کے) ہر کام کے تحفظ کا ذریعہ ہے اور میری دنیا کو درست کر دے جس میں میری گزران ہے اور میری آخرت کو درست کر دے جس میں میرا (اپنی منزل کی طرف) لوٹنا ہے اور میری زندگی کو میرے لیے ہر بھلائی میں اضافے کا سبب بنا دے اور میری وفات کو میرے لیے ہر شر سے راحت بنا دے۔

یہ سید و مولیٰ، فخر الانبیاء، رحمۃ اللعالمین، پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی دین و دنیا کی درستی کی دعا ہے۔

ہمارے پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسلسل جماعت کو اپنی اصلاح کی طرف توجہ کی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ آپ نے اپنے خطبہ جمعہ یکم اکتوبر 2021 کو فرمایا۔

''حضرت مصلح موعودؓ نے ...... جماعت کو نصیحت فرمائی ہے کہ مصائب آتے ہیں۔ مشکلات میں سے گزرنا پڑتا ہے تا کہ روحانی ترقی ہو اور اس اصول کو اگر ہم آج بھی یاد رکھنا چاہتے ہیں۔ تو پھر یاد رکھیں کہ یہ مصائب اور مشکلات جو ہیں ہمیں خدا تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہونے چاہئیں اور یہی فتوحات کا پھر ذریعہ بنتے ہیں۔ اگر ان باتوں میں ہم صرف ڈر کے پیچھے پیچھے رہتے رہیں اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہ کریں تو پھر ترقی نہیں ہو سکتی۔ ہاں جب ترقیات مل جائیں اور مصائب ختم ہو جائیں تب بھی ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے رہنا چاہئے لیکن ان دنوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہئے اور ہمیں اپنی روحانی ترقی اور روحانی بہتری کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے یہی لکھا ہے کہ اگر ہم نے اگر اس بات کو نہیں سمجھا تو کچھ نہیں سمجھا اور یہی بات سمجھنے والی ہے ہر ایک احمدی کے لئے بھی آجکل۔''

(خطبہ جمعہ یکم اکتوبر 2021ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

چھوٹی مگر سبق آموز بات

خدا وفادار دوست

دیکھو! انسان باوجود ہزاروں کمزوریوں کے اپنے سچے دوست کے ساتھ وفاداری کرتا ہے تو کیا خدا جو رحمان اور رحیم ہے وہ تمہارے ساتھ وفاداری نہ کرے گا۔ خدا تعالیٰ سے ایسا پیار کرو کہ اگر ہزار بچہ ایک طرف ہو اور خدا ایک طرف تو خدا کی طرف اختیار کرو اور بچوں کی پرواہ نہ کرو۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 86 ایڈیشن 1984ء)

مرسلہ: قرۃ العین۔ شیفیلڈ برطانیہ

22 نومبر 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:16	17:37
مدینہ منورہ	05:21	17:33
قادیان	05:38	17:26
ربوہ	05:17	17:06
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:02	16:06